حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ

از

سیر أعلام النبلاء

امام ذہبی

عربی پیش کش

سلمان حسینی ندوی

مرتب

خسرو قاسم

جملہ حقوق محفوظ مرتب

نام کتاب	:	حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ
از	:	سیر أعلام النبلاء امام ذہبی
عربی پیش کش	:	سلمان حسینی ندوی
مرتب	:	خسرو قاسم
صفحات	:	۵۸
سن اشاعت	:	۲۰۲۱ء
کمپوزنگ	:	مشکوٰۃ کمپیوٹرس، علی گڑھ

ملنے کا پتہ

Khusro Qasim
Ali Academy
3, Raipura Lodge,
Dodhpur, Aligarh - 202002 (INDIA)
Mob. 08755878084

انتساب

حضرت علی کی سیرت پر اس مختصر کتاب کو اپنے والد شیخ محمد طاہر (م:۲۰۰۱ء)
بن سید محمد یوسف (م:۱۹۶۰ء) بن شیخ سید یونس رحمہم اللہ

اور اپنی والدہ سیدہ فاطمہ تقیہ حسینیہ (م:۱۹۹۸ء) بنت سید عبد العلی حسنی
(م:۱۹۶۱ء) کی طرف منسوب کرتا ہوں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب ''إزالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' (۱۲۲/۱) میں حضرت علی اور حضرت حذیفہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''إن تؤمروا أبابكر تجدوه أميناً زاهداً فى الدنيا، راغباً فى الآخرة، وإن تؤمروا عمر تجدوه قوياً أميناً، لا يخاف فى الله لومة لائم، وإن تؤمروا علياً — ولا أراكم فاعلين — تجدوه هادياً مهدياً، يأخذ بكم الطريق المستقيم''۔ (مسند احمد رقم: ۸۵۹)۔

ترجمہ: اگر تم ابوبکرؓ کو امیر بناؤ گے تو انھیں امانت دار، دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا مشتاق پاؤ گے، اور اگر تم عمرؓ کو امیر بناؤ گے تو انھیں امانت دار اور طاقت ور پاؤ گے، وہ اللہ کے سلسلے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے، اور اگر تم علیؓ کو امیر بناؤ گے — اور مجھے نہیں لگتا کہ تم ایسا کرو گے — تو انھیں ہدایت یافتہ اور رہنمائی کرنے والا پاؤ گے، وہ تمھیں سیدھے راستے پر لے کر چلیں گے۔

ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے علیؓ سے بغض کیا، اس نے مجھ سے بغض کیا اور جس نے علی کو چھوڑا، اس نے مجھے چھوڑا۔ (کنز العمال ۲۹۸/۶)۔

حاکم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کا بازو پکڑا اور فرمایا: یہ متقیوں کے امام، فاجروں کو کیفر کردار تک پہنچانے والے ہیں، جو ان کی مدد کرے گا، اس کی مدد کی جائے گی اور جو انھیں بے مدد چھوڑ دے گا، اسے بھی بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے گا۔ (مستدرک حاکم وقال صحیح الاسناد، ۱۳۰/۳)۔

مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے بلند آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، اور اپنی جنت سے اس کرۂ ارضی پر اپنا خلیفہ اتارا، پھر اس کے لیے اس کی زوجہ پیدا کی اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلائیں، وہ تا قیامت زمین کو آباد رکھیں گے۔ اور پھر ان میں اپنے انبیاء ورسول بھیجے تا کہ وہ ان سب کی رہنمائی کریں، اور سب سے اعلی نسب وخاندان سے اپنے آخری نبی کو منتخب کیا، جسے اس نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ ان کے ذریعے لوگوں پر حجت تمام ہوئی۔ اور اس نے قوموں اور جماعتوں کو حکم دیا کہ وہ قائد اور امام آپ ﷺ کے اس قبیلے سے منتخب کریں جسے اللہ نے اپنی بہت سی حکمتوں کی وجہ سے چن لیا ہے۔ پھر اس نے سب لوگوں کو اپنی اس کتاب کو جسے اس نے سارے جہاں والوں کے لیے ہدایت، مسلمانوں کے لیے خوش خبری اور اہل عالم کے لیے آگاہ کرنے والی بنا کر بھیجا، اور آپ ﷺ کی سنت مطہرہ کو اور آپ کی عترت یعنی اہل بیت کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا اور اہل بیت کے بارے میں فرمایا: ”إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيراً“۔

أما بعد!

آپ کی خدمت میں امام وقدوۂ خلائق، منارۂ ہدایت اور سید عترت نبوی حضرت علیؓ کی سیرت پر مشتمل مختصر کتابچہ پیش ہے۔ یہ دراصل ان اہل بیت کے تعارفی سلسلے کی تمہید ہے، جن کے فضائل خود حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائے اور جن کی عظمت پر روشن دلائل قائم کیے، تا کہ ۔ آزمائش کے وقت ۔ لوگ یہ نہ

کہیں کہ ہمیں حقیقت کا علم نہ تھا اور ہم اس سے غافل تھے۔

حضرت علیؓ نے حضور کے دامن تربیت میں پرورش پائی۔ جب ان کی عمر صرف نو سال تھی تو آپ ﷺ نے انھیں اپنے محبوب چچا ابوطالب سے لے کر اپنے بیٹے کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اس طرح اسلام سب سے پہلے ان کے گھر میں ظاہر ہوا، اور حضور ﷺ اور حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے قرآن کے الفاظ ان کی زبان پر جاری ہوئے۔ پھر اسلام آگے بڑھا اور انھوں نے اسلام و قرآن کے ساتھ اپنی زندگی کے مراحل طے کیے۔ وہ ہر موقع پر قرآن کے ساتھ تھے۔ انھوں نے اپنے بھائی رسول اکرم ﷺ کے ساتھ سب سے پہلے روئے زمین پر نماز ادا کی۔ اور وہ ساری زندگی رسول اللہ ﷺ کے دست و بازو اور خاص حواری بنے رہے۔ جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو انھیں اپنے گھر چھوڑ کر اور امانتیں ان کے سپرد کر کے گئے۔ ہجرت سے تین برس قبل ان کے والد اور حضرت خدیجہؓ کا وصال ہو چکا تھا۔ اب وہی اس پاکیزہ نبوی گھرانے کا خلاصہ تھے۔ آپ ﷺ رات کی تاریکی میں اپنے گھر سے نکلے اور انھیں اپنے بستر پر اپنی جگہ سونے کا حکم دیا، تاکہ وہ صبح لوگوں کی امانتیں ادا کریں۔ اس وقت مسلمانوں میں صرف حضرت ابوبکرؓ آپ کے ساتھ تھے تاکہ وہ ثانی اثنین (دو میں دوسرے) بنیں اور دوسری طرف حضرت علی آپ کے اخلاق و ادب اور امانت داری میں آپ کی نیابت کر رہے تھے۔

پھر ہجرت ہوئی اور اس کے بعد جب تاریخ کا ایک سخت اور فیصلہ کن معرکہ ہوا تو قریش کے بڑے بڑے سرداروں سے مقابلہ کے لیے حضرت حمزہؓ، حضرت عبیدہؓ اور حضرت علیؓ ہی نکلے۔

علیؓ ہی نے حضرت فاطمہؓ کے ساتھ مل کر جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کے زخموں پر مرہم پٹی کی تھی۔ رسول اللہ نے جنگ بدر کے بعد ان کے ساتھ اپنی سب سے چہیتی بیٹی فاطمہ کا نکاح کیا تھا، جنھیں آپ نے جنتی عورتوں کی سردار قرار دیا تھا۔ اور

فرمایا تھا کہ وہ آپ کے جگر کا ٹکڑا ہیں، جس چیز سے انھیں تکلیف ہوتی ہے، اس سے آپ کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ان دونوں کے یہاں حسن وحسین نامی دو بچے پیدا ہوئے جو رسول اللہ ﷺ کے لیے دو پھول تھے، ابھی وہ پانچ سال کے بھی نہ ہوئے تھے کہ نبی ﷺ نے امت کو بتایا کہ یہ دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

علیؓ عرب کے سردار ہیں، انھوں نے ہی غزوۂ خندق میں عمرو بن عبدود کا مقابلہ کیا تھا، جس کی ایک دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔اور اسے قتل کیا۔یہ ایک طرح کا معجزہ تھا۔

علیؓ ہی رسول اللہ ﷺ کے معاہدات کے کاتب تھے، انھوں نے ہی صلح حدیبیہ کا معاہدہ لکھا تھا۔جب کہ نبی ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان اور تقریباً چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا تھا: "لقد رضی الله عن المؤمنين إذ يبايعونک تحت الشجرة"۔

علی ہی تھی جن کے بارے میں آپ ﷺ نے اس وقت یہ بات فرمائی تھی جب فوج کے قائدین خیبر کے سب سے بڑے قلعے کو سر کرنے میں ناکام ہو گئے تھے کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ ورسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔اللہ تعالی اسے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ان کے ہاتھوں اس سخت ومضبوط قلعہ کو فتح کروایا۔

علی ہی ہیں جنھیں رسول اللہ ﷺ نے اس وقت آیات براءت لے کر بھیجا جس سال آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو امیر حجاج بنا کر بھیجا تھا، تا کہ وہ قریش اور غیر ذمیوں کے سامنے یہ اعلان کریں کہ اللہ اور اس کا رسول تم سے بری ہے اور تمھارے لیے چار مہینے کی مدت ہے، تو تم زمین میں گھومو پھرو، اور بے شک اللہ کافروں کو رسوا کر کے رہے گا، اور اگر تم توبہ کرلو تو ہمارے بھائی بند ہو۔اور اگر توبہ نہیں کرتے ہو تو اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی مت آنا۔حضرت ابوبکرؓ کی امارت میں

حضرت علیؓ کی یہ شان دراصل ایسے استثنائی اور عرفی احکام کے اعلان میں آپ ﷺ کی نیابت کے طور پر تھی۔

پھر بعد میں حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ سے لوٹتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے حاجیوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے منی اور مکے میں تین خطبے دیے، جن میں آپ نے عظیم احکام اور مضبوط اصول بیان فرمائے اور بین الاقوامی قوانین صادر کیے، اور اس بات کی صراحت کی کہ اس سال کے بعد شاید آپ لوگوں سے نہ مل سکیں، جب آپ مدینہ منورہ اور آس پاس کی بستیوں کے حاجیوں پر مشتمل عظیم مجمع کے ساتھ واپس ہوئے تو آپ نے غدیر خم میں انھیں قیام کا حکم دیا اور نماز کا اعلان کروایا، تاکہ سب لوگ حاضر رہیں، کوئی غائب نہ ہو، پھر آپ نے انھیں ظہر کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد کھڑے ہو کر خطبہ دیا، حمد وثنا اور وعظ ونصیحت کے بعد فرمایا: لوگو! کیا میں نے پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہ، اے اللہ! تو گواہ رہ، اے اللہ! تو گواہ رہ۔ پھر فرمایا:

میں ایک بشر ہوں، ہوسکتا ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے تو میں اس کی بات قبول کروں، میں تمہارے درمیان دو بھاری (عظیم) چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان میں پہلی اللہ کی کتاب ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے، تو تم اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لو، آپ ﷺ نے کتاب اللہ پر خوب ابھارا اور خوب ترغیب دلائی، پھر فرمایا: اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔

پھر آپ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا اور پوچھا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنین کی جانوں کا ان سے زیادہ حقدار ہوں؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ نے پھر فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنین کی جانوں کا ان سے زیادہ حقدار ہوں؟

لوگوں نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ نے پھر فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنین کی جانوں کا ان سے زیادہ حقدار ہوں؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں۔ پھر آپ نے چوتھی مرتبہ فرمایا تو لوگوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہر مومن کی جان کے اس سے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں، علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ اے اللہ! جو اس سے دوستی رکھے، تو اس سے دوستی رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے، تو اس سے دشمنی رکھ۔

محدثین کا اتفاق ہے کہ جتنی روایات حضرت علیؓ کے فضائل میں وراد ہوئی ہیں، اتنی کسی اور صحابی کے بارے میں نہیں ہیں۔

اس خطاب کے بعد حضرت عمرؓ کی ملاقات حضرت علیؓ سے ہوئی تو انھوں نے فرمایا: اے ابن ابی طالب! مبارک ہو، بے شک تم ہر مومن مرد و عورت کے مولیٰ ہو گئے ہو۔

ذہبی، ابن حجر، سیوطی، عجلونی اور البانی نے اس حدیث کو متواتر احادیث میں شمار کیا ہے۔

ابن حضر فرماتے ہیں: اس حدیث کے بہت سے طرق ہیں، جن میں سے اکثر کی سندیں صحیح اور حسن ہیں۔

بعض علماء نے غدیر خم والی احادیث پر الگ سے کتابیں لکھی ہیں اور ان میں اس روایت کے طرق اور مختلف الفاظ جمع کر دئے ہیں، جیسے ابن جریر طبری، ابن عقدہ اور ذہبی وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ نے صراحت کے ساتھ حضرت علیؓ سے فرمایا: ”تم دنیا اور آخرت میں میرے ساتھی ہو“۔ (بخاری ۵۸/۲، مسلم: ۳۲۳/۲) اور پ نے فرمایا: تم میرے بعد مومنین کے ولی ہو۔ (نسائی، احمد و حاکم)۔

طبرانی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے علی سے بغض کیا، اس نے مجھ سے بغض کیا اور جس نے علی کو چھوڑا، اس نے مجھے چھوڑا۔ (کنز العمال: ۹۸/۶)۔

حضرت علیؓ حق وہدایت اور ایمان کی علامت تھے، ان کی محبت اور بغض سے مومنین ومنافقین میں امتیاز ہوتا تھا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: ہم منافقین کو حضرت علیؓ سے بغض کی وجہ سے پہچان جایا کرتے تھے۔

حضرت حسن بصریؒ سے حضرت علیؓ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: علیؓ اللہ تعالے ان تیروں میں سے ایک تیر بہدف تھے جو وہ اپنے دشمنوں پر چلاتا ہے۔ وہ اس امت کے ربانی، فضیلت وسبقت کے حامل اور رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار تھے۔ (الاستیعاب: ۴۹۰)۔

ابو قیس اودی کہتے ہیں: میں نے تین طرح کے لوگ پائے: اہل دین علی سے محبت کرتے ہیں۔ اور اہل دنیا معاویہ سے محبت کرتے ہیں، اور تیسرے خوارج۔ (ایضاً ۴۹۱)۔

جب حضرت ابن عمرؓ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو فرمایا: مجھے بس دنیا میں اس بات کا افسوس ہے کہ میں نے باغی جماعت سے جنگ نہ کی۔ (اسد الغابہ: ۸۸)۔

جب آپ ﷺ تبوک کی جنگ کے لیے نکلے تو حضرت علیؓ کو امیر بنا کر گئے اور فرمایا: تم میرے نزدیک اسی مقام پر ہو جو حضرت موسیٰؑ کے نزدیک حضرت ہارونؑ کا تھا۔ (بخاری: ۲/۳۲۴، مسلم فی فضائل علی: ۳۲۴)۔

رسول اللہ ﷺ کے راز دار حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ابو بکرؓ کو امیر بناؤ گے تو انھیں امانت دار، دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا مشتاق پاؤ گے، اور اگر تم عمرؓ کو امیر بناؤ گے تو انھیں امانت دار اور طاقت ور پاؤ گے، وہ اللہ کے سلسلے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے، اور اگر تم علیؓ کو امیر بناؤ گے۔ اور مجھے نہیں لگتا کہ تم ایسا کرو گے۔ تو انھیں ہدایت یافتہ اور رہنمائی کرنے والا پاؤ گے، وہ تمھیں سیدھے راستے پر لے کر چلیں گے۔ (احمد رقم: ۸۵۹)۔

حاکم نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کا بازو پکڑ کر ارشاد فرمایا: یہ نیکوں کے امام، فاجروں کے قاتل ہیں، جو ان کی مدد کرے گا، اس کی مدد کی جائے گی

اور جو انھیں بے یار و مدد گار چھوڑے گا، اسے بے یار و مدد گار چھوڑ دیا جائے گا۔(۳۰/۳ اوقال: صحیح)۔

حضرت علیؓ ہدایت و نور کا عَلَم تھے۔ان کے ذریعے حق کی پہچان ہوتی تھی۔ اسی لیے وہ تمام صحابہ میں سب سے بڑے قاضی تھے اور صحیح فیصلے پر قدرت حاصل تھی، وہ امارت و خلافت و ولایت کے باب میں فیصل تھے۔

علم میں بحر ذخار تھے، وہ حبر الامہ اور باب مدینۃ العلم تھے۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، تو جو علم چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ دروازے سے آئے۔اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: علی کو علم کے دس حصوں میں سے نو حصے دیے گئے تھے اور واللہ وہ دسویں حصے میں بھی شریک تھے۔(اسد الغابہ ۸۷۵)۔

وہ اتنے بڑے زاہد تھے کہ اس مقام پر کوئی نہیں پہنچ سکا۔حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو علیؓ سے فرماتے ہوئے سنا: اے علی! اللہ تعالی نے تمہیں ایسی زینت سے نوازا ہے کہ کوئی بندہ اس سے زیادہ خدا کو محبوب زینت سے راستہ نہیں ہوا۔اور دنیا میں زہد ہے۔اس نے تمھیں ایسا بنایا ہے کہ تم دنیا میں سے کچھ نہیں لیتے اور دنیا تم میں سے کچھ نہیں لیتی۔اس نے تمھیں مسکینوں کی محبت عطا کی ہے اور وہ لوگ تمہاری امامت پر راضی ہیں اور تم ان کی اتباع پر راضی ہو۔مبارک ہے وہ جو تم سے محبت کرے اور تمھارے معاملے میں سچا رویہ اختیار کرے، برباد ہو وہ جو تم سے بغض رکھے اور تمھارے بارے میں جھوٹا رویہ اپنائے، جو تم سے محبت کریں گے اور تمھارے بارے میں سچ بولیں گے وہ (قیامت میں) تمھارے گھر میں تمھارے پڑوسی اور تمھارے محل میں تمہارے رفقاء ہوں گے۔اور جو تم سے بغض رکھیں گے اور تمھارے بارے میں جھوٹ بولیں گے، تو اللہ پر حق ہے کہ قیامت کے دن انھیں جھوٹوں کی جگہ کھڑا کرے۔

حضرت ضرار صدائی کی زبان سے حضرت علیؓ کی یہ دل نواز تعریف سنیے:

امیر معاویہ نے حضرت ضرار ازدی سے کہا کہ مجھ سے علی کے اوصاف بیان کیجئے، تو انہوں نے معذرت چاہی، مگر جب معاویہ نے بہت اصرار کیا تو انہوں نے حضرت علیؓ کے اوصاف و مکالات بیان کرنا شروع کئے: خدا کی قسم، حضرت علی بڑے دور رس، حساس اور طاقتور شخصیت کے مالک تھے، جو بات کہتے دوٹوک کہتے، اور جو فیصلہ بھی سناتے عدل و انصاف کے ساتھ سناتے، علم کا تو سمندر تھے، جسم کے روئیں روئیں سے علم پھوٹتا تھا، دنیا اور اس کی چمک دمک اور اس کی رعنائیوں سے بے رغبت، اور رات اور اس کی تاریکی سے بڑی انسیت رکھنے والے تھے، بڑے زار و قطار آنسوؤں کے ساتھ رویا کرتے، دیر تک سوچ میں غرق رہتے، لباس اور کھانا معمولی درجہ کا پسند کرتے، ہم لوگوں میں وہ ایک عام شخص کی مانند ہی رہتے تھے، جب بھی ان سے کسی چیز کی درخواست کی جاتی تو انکار نہ فرماتے، اور جب کبھی ان سے انعام کے طلبگار ہوتے تو نوازتے، اس قدر قربت و تعلق کے باوجود ہم لوگوں کا یہ حال تھا کہ ان کے رعب و جلال کی وجہ سے ان کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہ کر پاتے، اہل علم اور دینداروں کا بڑا احترام کرتے، فقراء اور مساکین سے بڑا تعلق رکھتے، ہمیشہ ان کو اپنے قریب رکھتے، کوئی طاقتور آپؓ کے فیصلہ میں ظلم کی امید نہیں کر سکتا تھا اور کوئی کمزور آپ کے فیصلہ سے مایوس نہیں ہو سکتا تھا، حضرت ضرار فرماتے ہیں کہ میں خود گواہ ہوں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کو رات میں دیکھا کہ اپنی ڈاڑھی پکڑ کر اس طرح بلبلا رہے تھے جس طرح سانپ کا کاٹا ہوا شخص بلبلاتا ہے، اور غم زدہ کی طرح رو رہے تھے، اور دنیا کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے: اے دنیا! جا کسی اور کو دھوکہ دے، میرے آڑے آتی ہے؟ دور ہو! دور ہو! میں نے تجھے تین طلاقیں دے دیں، اب تیرے سلسلہ میں میرے لئے رجعت نہیں، تیری عمر بہت تھوڑی ہے، تیرا خطرہ بہت بڑا ہے، افسوس! زاد راہ بہت کم ہے، منزل بہت دور ہے، اور راستہ بڑا پر خطر ہے۔

یہ سن کر معاویہ رو پڑے اور یہ دعا کرنے لگے، اللہ! ابوالحسن کے ساتھ رحم کا معاملہ فرما، خدا کی قسم، وہ ایسے ہی تھے۔ تو اے ضرار! ان کے جانے کا تمھیں کتنا غم ہے؟ انھوں نے عرض کیا: جیسے اس ماں کو ہوتا ہے جس کا بچہ اس کی گود میں قتل کر دیا جائے۔

معاویہ کو جب کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ حضرت علیؓ کو لکھتے۔ جب انھیں حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو فرمایا: ابن ابی طالب کی موت سے علم اور فقہ ختم ہو گئے۔ ان کے بھائی عتبہ نے ان سے کہا: کہیں اہل شام آپ کی زبان سے یہ بات نہ سن لیں، تو انھوں نے ان سے کہا: تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ (استیعاب: ۴۸۹)۔

لوگوں نے حضرت علیؓ کا حلیہ بھی بیان کیا ہے۔ ابن عبدالبر کی روایت ہے:

وہ میانہ قد، سیاہ چشم، رنگ جیسے چودھویں کا چاند، پیٹ ہلکا موا، کاندھے چوڑے، ہتھیلیاں پر گوشت، گردن چاندی کے جگ کی طرح چمکدار و لمبی، سر پر بال نہیں تھے۔ داڑھی بڑی، مونڈھے مضبوط، پورا بازو پر گوشت و موٹا، جب چلتے تو ٹھہر کر چلتے، جب کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے تو اتنی زور سے پکڑتے کہ اسے سانس لینا مشکل ہو جاتا۔ جب جنگ کے لیے جاتے تو دوڑ کر جاتے، نہایت شجاع و بہادر، جس سے بھی بھڑ جاتے اسے پچھاڑ کر رکھ دیتے۔ (ایضاً ۴۹۴)۔

انھیں اپنی شہادت کا انتظار رہتا، اس لیے کہ نبی ﷺ نے انھیں اس کی خبر دے دی تھی اور انھیں اس پر یقین تھا۔ جب وفات کا وقت قریب ہوا تو فرمایا: یہ فرشتے آئے ہوئے ہیں اور یہ انبیاء ہیں۔ یہ محمد ﷺ فرما رہے ہیں: اے علی! خوش خبری حاصل کرو، تم جہاں جا رہے ہو، وہ اس جگہ سے بہتر ہے جسے تم چھوڑ رہے ہو۔

انھوں نے آخری لمحات میں وصیت کی، پھر اس کے بعد سلام کیا، پھر لا الہ الا اللہ کے سوا کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالا، اور روح پرواز کر گئی۔

ان کے دونوں بیٹوں، نیز حضرت جعفر نے غسل دیا۔ حضرت حسن نے نماز

پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔ تین کپڑوں کا کفن دیا گیا، ان میں قمیص نہیں تھی۔ مسک سے حنوط لگایا گیا، جو کہ رسول اللہ ﷺ کا بچا ہوا تھا۔ انھوں نے وصیت کی تھی کہ یہی حنوط لگایا جائے، سحر کے وقت تدفین عمل میں آئی۔ (اسد الغابہ: ۱۳۱/۴)۔

یہ تھے حضرت علیؓ! الفاظ کہاں ان کی وصف بیان کر سکتے ہیں!

میں اس مختصر سے کتابچے میں بس اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ یہی روایات حقیقت کو واضح کرنے والی ہیں اور اللہ حق کو حق ثابت کر کے رہتا ہے، خواہ کافروں، منافقوں اور ناصبیوں کو نا گوار ہو۔

میں عبد الودود ندوی، جنھوں نے تخریج احادیث میں مدد کی، حفاظت یار خان ندوی، جو مصدار سے مراجعت کرنے میں بہترین مددگار ثابت ہوئے اور جنھوں نے طباعت کے مراحل میں بہت محنت و جانفشانی دکھائی، دونوں کا شکر گزار ہوں اور ان کے لیے برکت و قبولیت کی دعا کرتا ہوں۔ اہل بیت کے اس مبارک سلسلے میں ان دونوں کا بڑا حصہ ہے۔

توفیق اللہ ہی سے مانگتا ہوں، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی سے میں مدد کا خواستگار ہوں۔ وصلی الله علی النبی الکریم وآله وصحبه وعترته وأهل بیته أیمعین۔

سلمان حسینی ندوی

باسمہ سبحانہ

حضرت علیؓ بن ابوطالب

نام علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہے۔ابوحسن کنیت ہے،قریشی ہیں اور امیر المومنین ہیں۔ماں کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔یہ ابوطالب کی چچازاد بہن تھی۔مہاجرہ تھیں اور نبی ﷺ کی زندگی میں ہی وفات ہوگئی تھی۔حضرت علیؓ کہتے ہیں:میں نے اپنی ماں سے کہا:آپ فاطمہؓ کے لیے پانی لانے اور خارجی ضروریات کی ذمہ داری لے لیں اور فاطمہ آٹا گوندھنے اور چکی پیسنے کا کام کرلیں گی۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی وفات مدینے میں ہوئی۔

بہت سے لوگوں نے حضرت علیؓ سے قرآن سیکھا،چنانچہ ابوعبدالرحمان سلمی، ابواسود دؤلی اور عبدالرحمان بن ابی لیلی نے آپ سے دور کیا۔

حضرت علیؓ سے روایت کرنے والوں میں حضرت ابوبکر،عمر،حسن،حسین،محمد، ابن عباس،ابن زبیر،نیز صحابہ کی ایک بڑی جماعت شامل ہے۔اسی طرح قیس بن ابوحازم،علقمہ،عبیدہ سلمانی،مسروق،ابورجاء عطاردی اور تابعین کی ایک بڑی تعداد نے آپ سے روایت کی ہے۔

حضرت علیؓ سابقین اولین میں سے ہیں۔بدر اور بعد کی جنگوں میں شریک رہے،ان کی کنیت ابوتراب تھی۔

سہل کہتے ہیں کہ آل مروان کے ایک شخص کو مدینے کا گورنر بنایا گیا تو اس نے مجھے بلایا اور حکم دیا کہ میں حضرت علیؓ کو برا بھلا کہوں،میں نے انکار کیا۔اس نے کہا:اگر تم

انکار کرتے ہوتو چلوابوتراب پر لعنت کرو۔ سہل کہتے ہیں: میں نے اس سے کہا: حضرت علیؓ کو اس کنیت سے زیادہ کوئی دوسرا نام پسند نہ تھا۔ جب انھیں اس نام سے پکارا جاتا، تو وہ خوش ہوتے۔ اس نے پوچھا: ان کا نام ابوتراب کس طرح پڑا؟ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر آئے تو علی موجود نہ تھے۔ آپ نے پوچھا: تمھارے چچازاد (اور شوہر) کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا: ہم دونوں میں کچھ بات ہوگئی تھی، وہ مجھ سے خفا ہوکر چلے گئے ہیں اور مجھے کچھ نہیں بتایا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک شخص سے کہا: جاؤ دیکھو وہ کہاں ہیں؟ وہ شخص واپس آیا، اس نے بتایا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گئے تو وہ لیٹے ہوئے تھے اور ان کے بدن سے چادر سرک گئی تھی۔ جس کی وجہ سے بدن پر مٹی لگ گئی تھی۔ آپ ﷺ ان کے اوپر سے مٹی پونچھنے لگے اور فرمانے لگے: اے ابوتراب! کھڑے ہو، اے ابوتراب! کھڑے ہو جاؤ۔ (مسلم: ۷/۱۲۳، بخاری: ۱/۱۲۰ و ۸/۷۷)۔

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ آٹھ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ (طبرانی: ۱۶۲)۔

حسن بن زید کہتے ہیں: نو سال کی عمر میں۔ (ابن سعد: ۳/۲۱)۔

ابن عباس فرماتے ہیں؛ علی سب سے پہلے اسلام لائے۔ (ایضاً ۳/۲۱)۔

محمد قرظی کہتے ہیں: سب سے پہلے حضرت خدیجہ اسلام لائیں، پھر دو مرد یعنی ابوبکر اور علیؓ مسلمان ہوئے، ابوبکر نے اپنا اسلام سب سے پہلے ظاہر کیا، اور علی اپنے والد کے خوف سے اپنے اسلام کو چھپائے رہے، حتی کہ ابوطالب کی ان سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے پوچھا: کیا تم اسلام لاچکے ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ ابوطالب نے کہا: ٹھیک ہے، تم اپنے چچازاد بھائی کا ساتھ دو اور اس کی مدد کرو۔ اور علی حضرت ابوبکرؓ سے پہلے مسلمان ہوئے۔

قتادہ کہتے ہیں: حضرت علیؓ جنگ بدر اور دیگر موقعوں پر رسول اللہ ﷺ کے علم بردار تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ ورسول کل اس سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالی اس کے ہاتھ پر فتح عطا کرے گا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: اس دن سے پہلے میں نے کبھی امارت کی خواہش نہیں کی۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلا کر جھنڈا ان کے سپرد کیا۔

عبدالرحمان بن ابولیلی کہتے ہیں کہ میرے والد رات میں حضرت علیؓ کے ساتھ گفتگو کیا کرتے تھے، حضرت علی سردی میں گرمی اور گرمی میں سردی کے کپڑے پہنتے تھے، میرے والد سے کسی نے کہا کہ آپ ان سے پوچھ کر دیکھئے، انہوں نے پوچھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا: خیبر کے دن آپ ﷺ نے مجھے بلایا جبکہ میری آنکھیں دکھی ہوئی تھیں، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آشوب چشم کا مریض ہوں، تو آپ نے میری آنکھوں میں لعاب لگایا اور دعا کی: اے اللہ! ان سے سردی اور گرمی کو دور فرما، اس دن سے نہ مجھے سردی کا احساس ہوتا ہے اور نہ گرمی کا۔ (احمد ۱/۹۹ و ۱۳۳، ابن ماجہ: ۱۱۷)۔

ام موسی کہتی ہیں: میں نے حضرت علیؓ کو فرماتے ہوئے سنا: جس دن سے رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور آنکھ میں لعاب لگایا، اس کے بعد سے کبھی میرے سر میں درد نہیں ہوا۔ (احمد: ۱/۷۸)۔

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں: حضرت علیؓ نے خیبر کے دن دروازے کو اپنی کمر پر اٹھالیا حتی کہ مسلمان اس پر چڑھ کر گذر گئے اور خیبر فتح کرلیا۔ بعد میں لوگوں نے اس دروازے کو اٹھانے کا تجربہ کیا تو اسے چالیس لوگ اٹھا سکے۔

ابورافع رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو جھنڈا لے کر بھیجا تو ہم ان کے ساتھ نکلے، جب وہ قلعہ کے قریب پہنچے تو قلعہ والے نکلے، آپ نے ان سے قتال کیا، ایک یہودی نے آپ پر حملہ کیا جس کی وجہ

سے آپ کی ڈھال گر گئی، آپ نے ایک دروازہ جو قلعہ کے قریب تھا لے کر اس سے ڈھال کا کام لیا، وہ دروازہ آپ کے ہاتھ میں رہا یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو فتح عطا فرمائی، جب آپ فارغ ہو گئے تو اس دروازہ کو پھینک دیا، میرے ساتھ سات لوگ تھے، میں آٹھواں تھا ہم نے بعد میں اس دروازہ کو پلٹنا چاہا لیکن پلٹ نہ سکے۔

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰؑ کے نزدیک حضرت ہارونؑ، البتہ تم نبی نہیں ہو۔ (ابن سعد: ۳/۲۴)۔

حضرت سعد کو معاویہ نے حضرت علی کے بارے میں کچھ (برا) تذکرہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا: تمہیں علی کو برا بھلا کہنے سے کیا مانع ہے؟ حضرت سعد نے کہا: میں ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے تین باتیں سنی ہیں، میں انہیں کبھی برا نہیں کہہ سکتا۔ ان میں سے مجھے ایک بھی حاصل ہو یہ میرے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ حضور ﷺ نے انہیں کسی غزوہ میں پیچھے چھوڑ دیا تھا تو حضرت علی نے عرض کیا: آپ مجھے بچوں اور عورتوں کے ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تمہارا مقام میرے نزدیک وہ ہے جو حضرت موسیٰؑ کے نزدیک حضرت ہارونؑ کا تھا، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (ترمذی ۲۹۹۹ و ۳۷۲۴ وقال صحیح غریب)۔

اور میں نے خیبر کے دن آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں، صحابہ نے اس کی امید میں گردنیں لمبی کیں، آپ نے فرمایا: میرے پاس علی کو لے کر آؤ، انہیں لایا گیا جب کہ ان کی آنکھیں دکھی ہوئی تھیں، آپ نے ان میں لعاب لگا دیا، اور انہیں جھنڈا دیا، اللہ تعالی نے انہیں فتح سے ہمکنار کیا۔

جب یہ آیت "ندع أبنائنا وأبنائكم" (آل عمران: ۶۱) نازل ہوئی تو

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلایا اور کہا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ (مسلم: ۱۲۰/۷)۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ حضور ﷺ نے حضرت علی کے بارے میں کیا فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے حضرت علی کے بارے میں فرمایا، اس وقت ہم آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے حضرت علی کی کلائی پکڑی اور پوچھا: اے لوگو! تمہارا مولی کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول، آپ نے فرمایا: میں جس کا مولی ہوں علی بھی اس کے مولی ہیں، اے اللہ جو علی سے دوستی کرے تو اس سے دوستی رکھ اور جو ان سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔

روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: میں نے تمھارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو سب سے زیادہ بردبار، سب سے پہلے اسلام لانے والا اور سب سے زیادہ علم والا ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں: غدیر خم والی حدیث متواتر ہے۔

حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بریدہ! علی کی بے آبروئی مت کرنا، بے شک وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور وہ میرے بعد تمھارے ولی ہیں۔ (اس کا راوی اجلح کندی ضعیف ہے)۔

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا میں ولی ہوں، تو علی بھی اس کا ولی ہے۔ (حاکم: ۱۰/۲)۔

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا میں مولی ہوں، تو علی بھی اس کے مولی ہیں۔ (احمد، ۳۷۲/۴، یہ حدیث صحیح ہے)۔

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔ (مسند احمد ۴۳۷/۴، ترمذی ۳۷۱۲، نسائی فی فضائل الصحابہ ۴۳)۔

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت علیؓ کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا: علی کی شکایت نہ کیا کرو، بے شک وہ اللہ کے راستے میں سب سے زیادہ خشیت والا ہے۔ (احمد: ۸۶/۳ المسند الجامع ۴۸۰/۶)۔

عمرو بن شاش اسلمی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے علی کو ایذاء دی، اس نے مجھے ایذاء دی۔

ابو طفیل کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے رحبہ میں لوگوں کو جمع کیا پھر ان سے کہا: میں اللہ کی قسم دیتا ہوں ہر اس شخص کو کہ وہ کھڑا ہو جائے جس نے غدیر خم میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، تیس لوگ کھڑے ہوئے، راوی ابونعیم کہتے ہیں: بہت سے لوگ کھڑے ہوئے، تو انہوں نے گواہی دی کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور لوگوں سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ میں مؤمنین کی جانوں کا ان سے زیادہ حقدار ہوں؟ لوگوں نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: میں جس کا مولی ہوں علی اس کے مولی ہیں، اے اللہ جو اس سے دوستی رکھے تو اس سے دوستی رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔ ابو طفیل کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے بارے میں ایسا فرماتے ہوئے سنا تھا۔

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ میں نے ابو طفیل کو حضرت ابوسریحہ یا حضرت زید بن ارقمؓ سے -راوی کو شک ہے- روایت کرتے ہوئے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں جس کا مولی ہوں تو علی بھی اس کے مولی ہیں۔ (ترمذی وقال حسن: ۳/۱۳۷)۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں: جب ہم نے حجۃ الوداع کے موقع سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غدیر خم میں قیام کیا تو دو درختوں کے نیچے آپ ﷺ کے لئے جھاڑو لگائی گئی، اور نماز کا اعلان کیا گیا، آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا: کیا میں مؤمنین کی جانوں کا ان سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول، آپ نے پھر فرمایا: کیا میں ہر مؤمن کی جان کا اس

سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول، اس کے بعد آپ نے فرمایا: یہ (علیؓ) اس کے مولی ہیں جس کا میں مولی ہوں، اے اللہ جو اس سے دوستی رکھے تو اس سے دوستی رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے جب حضرت عمرؓ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے ابن ابی طالب! مبارک ہو، تم نے صبح وشام اس حال میں کی کہ تم ہر مؤمن ومؤمنہ کے مولی تھے۔ (احمد ۴/ ۲۸۱ وابن ماجہ ۱۱۶)۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کچھ پرندوں کا گوشت ہدیہ کیا گیا تو آپ نے ایک کے سوا سب کو تقسیم فرمادیا۔ پھر یہ دعا کی: اے اللہ! جو تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو، اسے بھیج دے، تو حضرت علیؓ آئے۔...... الحدیث۔ (ترمذی: ۳۷۲۱ وحاکم: ۱۳۰/۳)۔

حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو عورتوں میں سب سے محبوب حضرت فاطمہؓ تھیں اور مردوں میں حضرت علیؓ۔ (ترمذی ۳۸۶۸ وقال حسن غریب)۔

حضرت ابوعبداللہ بجلی کہتے ہیں: میں حضرت ام سلمہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: اے ابوعبداللہ! تمہارے جیتے جی رسول اللہ ﷺ کو تمہارے درمیان برا بھلا کہا جاتا ہے؟ میں نے کہا: معاذ اللہ، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے علی کو برا بھلا کہا، اس نے مجھے برا بھلا کہا۔ (احمد ۶/ ۳۲۳)۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ یہ رسول اللہ کا مجھ سے عہد ہے کہ تم سے مومن محبت کرے گا اور منافق بغض رکھے گا۔ (مسلم ۱/ ۶۰ وترمذی ۳۷۳۶)۔

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں: ہم حضرت علیؓ کے بغض سے منافقین کو پہچان لیا کرتے تھے۔ (ترمذی ۳۷۱۷ وطبرانی ۷۶۹)۔

حضرت جابر فرماتے ہیں: ہم اس امت کے منافقین کو نہیں پہچانتے تھے، مگر

حضرت علیؓ سے بغض کے ذریعے۔۔(استیعاب:۳/۴۶-۱۱۱)۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی ابوبکر پر رحم کرے، انھوں نے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا، مجھے دار الہجرت لے کر آئے اور بلال کو آزاد کیا۔ اللہ تعالی عمر پر رحم کرے، وہ حق کہتے ہیں اگرچہ کڑوا ہو۔حق کہنے کی وجہ سے کوئی ان کا دوست نہ رہا۔ اللہ تعالی عثمان پر رحم کرے، فرشتے بھی ان سے حیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالی علی پر رحم کرے، اے اللہ! حق کو علی کے ساتھ پھیر، جہاں بھی وہ ہوں۔(ترمذی ۳۷۱۴)۔

حضرت علیؓ ں ے فرمایا: میرے بارے میں دو لوگ ہلاک ہوں گے: مجھ سے بغض رکھنے والا اور میرے حق میں کوتاہی کرنے والا، دوسرا مجھ سے محبت کرنے والا جو میری تعریف میں مبالغہ کرے۔(احمد ۱/۱۶۰)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھی تھی کہ علی آ گئے۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! یہ سید عرب ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ سید عرب نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: سید ولد آدم ہوں اور یہ سید عرب ہیں۔ (حاکم ۳/۱۲۴)۔

جمیع بن عمیر تیمی کہتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہؓ کے پاس آیا تو انھوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ کون محبوب تھا؟ فرمایا: فاطمہ۔ انھوں نے پوچھا: مردوں میں؟ فرمایا: فاطمہ کے شوہر، بے شک وہ روازے دار و شب زندہ دار تھے۔(ترمذی:۳۸۷۴)۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری خاتون کے باغ کی طرف نکلے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمھارے پاس ابھی ایک جنتی شخص آئے گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر تشریف لائے تو ہم نے انھیں خوش خبری سنائی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تمھارے پاس ابھی جنتی شخص آئے گا۔ حضرت عمرؓ آئے تو ہم نے انھیں بھی

خوش خبری سنائی۔ پھر آپ نے فرمایا: تمھارے پاس ایک جنتی شخص ئے گا، اور آپ ﷺ باغ سے باہر دیکھنے لگے اور فرمانے لگے: اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو علی کو بنادیں، چنانچہ حضرت علیؓ تشریف لائے۔ (احمد ۳/۳۳ و ۳۵۶ و ۳۸۰)۔

حضرت سعید بن زید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حراء پہاڑی سے فرمایا: اے حراء! ٹھہر جا۔ تیرے اوپر یا تو نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید۔ اور اس وقت اس کے اوپر حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور دیگر عشرہ مبشرہ تھے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خود کو اس حالت میں بھی دیکھا ہے کہ بھوک کی وجہ سے میں نے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے، جب کہ آج حال یہ ہے کہ میرے صدقے کے مال کی مالیت چالیس ہزار روپے ہیں۔ (احمد ۱/۱۵۹)۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ہمارے پاس بس بچھڑے کی ایک کھال تھی، اس کے ایک کنارے پر سو جاتے اور ایک کنارے پر فاطمہ آٹا گوندھ لیتیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے مجھے یمن بھیجا جب کہ میں کم سن تھا اور مجھے قضاء کے علم سے واقفیت نہ تھی۔ آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور کہا: جاؤ، بے شک اللہ تمھارے دل کو ہدایت دے گا اور زبان کا جمائے گا۔ فرماتے ہیں: اس کے بعد دو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مجھے کبھی شک نہیں ہوا۔ (ابن سعد: ۲/۳۳۷، احمد ۱/۸۸)۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ اور اس صحیفے کے سوا، جس میں اونٹوں کی دیت اور قصاص کے کچھ احکام ہیں، کچھ اور چیز ہے، تو وہ جھوٹا ہے۔ (احمد ۱/۸۱ و ۱۲۶، بخاری ۳/۲۶، مسلم: ۴/۱۱۵)۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! کوئی آیت نہیں ہے مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی، کہاں نازل ہوئی اور کس پر نازل ہوئی۔ بے شک میرے

رب نے مجھے سمجھنے والا دل اور بولنے والی زبان عطا کی ہے۔ (ابن سعد ۲/۳۳۸)۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر ہاتھ پر بیعت کرنے میں کچھ تاخیر کی، حضرت ابوبکرؓ کی ان سے ملاقات ہوئی تو پوچھا: کیا آپ میری خلافت کو ناپسند کرتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا: نہیں، لیکن میں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک قرآن جمع نہ کردوں گا، اپنی چادر نہ اوڑھوں گا۔ لوگوں کا گمان ہے کہ حضرت علیؓ نے قرآن کو اس کی ترتیب نزولی کے مطابق جمع کیا تھا۔ بخاری فرماتے ہیں کہ اگر وہ کتاب مل جاتی، تو اس میں بہت علم ہوتا۔ (ابن سعد)۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں: صحابہ میں حضرت علیؓ کے سوا کوئی نہیں تھا جو کہتا ہو کہ مجھ سے پوچھ لو۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: علی ہمارے سب سے بڑے قاضی اور ابی بن کعب سب سے بڑے قاری ہیں۔ (ابن سعد: ۲/۳۳۹ حاکم ۳/۳۰۵)۔

حضرت عمرؓ فرماتے تھے: میں ایسے مشکل مسئلے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، جس کے حل کے لیے ابوالحسن نہ ہوں۔ (ابن سعد: ۲/۳۹۹)۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے: جب کوئی ثقہ شخص ہمیں حضرت علیؓ کا فتوی بتادیتا ہے تو ہم اسے چھوڑ کر آگے نہیں بڑھتے۔ (ایضاً ۲/۳۳۸)۔

جسرہ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے پاس صوم عاشوراء کا ذکر ہوا تو انھوں نے پوچھا: تمھیں اس روزے کا حکم کون دیتا ہے؟ لوگوں نے کہا: علی۔ تو انھوں نے فرمایا: بے شک وہ حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

مسروق کہتے ہیں کہ تمام صحابہ کا علم حضرت عمر، علی اور ابن مسعود کی ذات میں منتہی ہو گیا تھا۔

امام احمد فرماتے ہیں: جتنے فضائل حضرت علیؓ کے بارے میں مروی ہیں،

اتنے کسی دوسرے صحابی کے بارے میں نہیں ہیں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے کوئی قرآن کی تاویل کے لئے جنگ کرے گا جیسا کہ میں نے اس کے نزول کے وقت جنگ کی، حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا وہ میں ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، وہ شخص وہ ہے جو کمرے میں جوتا سی رہا ہے، آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو جوتا سینے کے لئے دیا تھا۔ (احمد: ۳/۳۱، ۳۳)۔

میں کہتا ہوں: تو حضرت علیؓ نے ان خوارج سے جنگ کی جنھوں نے اپنی رائے اور جہالت سے قرآن میں تاویل کی۔ اور معاویہ سے بھی جنگ کی، اس لیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا تھا: وقاتلوا التی تبغی حتی تفئ إلی أمر الله۔

مجمع کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ بیت المال میں جھاڑو لگاتے، پھر اس میں نماز پڑھتے، اس امید میں کہ ان کے بارے میں یہ گواہی دی جائے کہ انھوں نے بیت المال میں مال چھپا کر نہیں رکھا ہے (بلکہ سب لوگوں پر خرچ کر دیا ہے)۔ (احمد فی الزھد ۶۹۵)۔

حضرت علاء کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے خطبہ دیا تو فرمایا: اے لوگو! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں نے تمھارے مال میں کچھ کمی نہیں کی، نہ زیادہ نہ تھوڑی، سوائے اس شیشی کے، پھر آپ نے ایک شیشی نکالی جس میں خوشبو تھی، پھر فرمایا: یہ مجھے ایک بدو نے ہدیہ کی تھی۔ (حلیہ ابونعیم ۱/۸۱)۔

عبداللہ بن زریر غافقی کہتے ہیں کہ عیدالاضحیٰ کے دن میں حضرت علیؓ کے پاس آیا تو انھوں نے گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہمارے سامنے رکھے۔ میں نے کہا: کاش آپ اس مرغابی کا گوشت کھلاتے، بے شک اللہ نے خوب مال دے رکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ کے مال میں سے خلیفہ کے لیے بس دو ہی پیالے حلال ہیں: ایک وہ پیالہ جسے وہ اور اس کے

گھر والے کھائیں اور دوسرا وہ پیالہ جسے وہ لوگوں کے سامنے رکھ دے۔ (احمد ۱/۷۸)۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: جب علیؓ سے کوئی چیز مروی ہو تو اسے لے لو۔

حضرت عنترہ کہتے ہیں کہ میں مقام خورنق میں حضرت علیؓ کے پاس یا تو ان کے طدن پر ایک دھاری دار چادر تھی۔ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ نے اس بیت المال میں آپ کا اور آپ کے گھر والوں کا بھی حصہ رکھا ہے، پھر بھی آپ نے اپنا یہ حال بنا رکھا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: میں تم لوگوں کے مال میں کچھ کمی نہیں کرنا چاہتا۔ اور یہ چادر بھی میں نے اپنے گھر سے نکالی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ۱/۸۲)۔

حضرت علیؓ نے چار درہم کی ایک قمیص خریدی اور آستین سے جو کپڑا بچ گیا اسے کاٹ دیا۔ (ابن سعد: ۳/۲۹)۔

جرموز کہتے ہیں: میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ دار الخلافہ سے نکلتے، ان پر ایک ازار ہوتی جو پنڈلی تک ہوتی، ایک رداء ہوتی، اور ہاتھ میں درہ ہوتا۔ وہ بازار میں گھومتے اور لوگوں کو تقوی اور اچھی بیع کا حکم دیتے اور فرماتے: پورا پورا ناپو اور تولو۔ (ابن سعد: ۳/۲۸)۔

حسن بن صالح کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس زاہدوں کا ذکر ہوا تو انھوں نے فرمایا: دنیا میں سب سے بڑے زاہد حضرت علیؓ ہیں۔

ایک شخص کہتا ہے کہ اس نے حضرت علیؓ کو اس حال میں دیکھا کہ وہ گدھے پر سوار تھے اور دونوں پیر ایک طرف کو؛ لٹکا رکھے تھے، پھر انھوں نے فرمایا: میں نے ہی دنیا کی توہین کی ہے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے: جو شخص اپنی طرف سے لوگوں کے ساتھ انصاف کرنا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ ان کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

ابو بختری کہتے ہیں: ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور ان کی تعریف کی،

دراصل اسے حضرت کے بارے میں کوئی بات پتہ چلی تھی، تو حضرت علیؓ نے فرمایا: تم جو کہتے ہو میں ایسا نہیں ہوں، میں اس سے کہیں فائق ہوں جو تم سمجھتے ہو۔

عبد اللہ بن سبع کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ہم سے خطاب کیا تو فرمایا: یہ یہاں سے یہاں تک تر ہو جائے گی، لوگوں نے کہا کہ آپ اس (قاتل) کے بارے میں ہمیں بتا دیجئے تا کہ ہم اس کی نسل کو ہلاک کر دیں، آپ نے فرمایا: تمہیں قسم ہے اس بات کی میرے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل نہ کیا جائے، لوگوں نے کہا: جب آپ یہ جانتے ہیں تو کسی کو اپنا خلیفہ بنا دیجئے، آپ نے فرمایا: میں تمہیں اس کے سپرد کرتا ہوں جس کے سپرد رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ لوگوں نے پوچھا: جب آپ اپنے رب کے پاس پہنچیں گے تو اس سے کیا کہیں گے؟ فرمایا: میں کہوں گا: اے اللہ! جب تک آپ نے چاہا، مجھے ان کے درمیان رکھا، پھر اپنے پاس بلا لیا اور اب آپ ہی ان کے نگراں ہیں۔ اگر چاہیں تو ان کی اصلاح کر دیں اور چاہیں تو بگاڑ دیں۔ (ابن سعد: ۳۴/۳)۔

ثعلبہ بن یزید حمانی کہتے ہیں: میں نے حضرت علیؓ کو فرماتے ہوئے سنا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے چپکے سے یہ بات فرمائی تھی کہ میری داڑھی سر تک لال ہو جائے گی۔ خروہ بد بخت آتا کیوں نہیں؟

زید بن وھب کہتے ہیں کہ حضرت علی کے پاس بصرہ کے خوارج کے کچھ لوگ آئے جن میں ایک شخص جعد بن بعجہ نام کا تھا، اس نے آپ سے کہا: اے علی! اللہ سے ڈرو، بے شک تم مرنے والے ہو، آپ نے فرمایا کہ بلکہ (میں) قتل کیا جاؤں گا اور یہاں سے یہاں تک یعنی سر سے ڈاڑھی تک مجھ پر وار کیا جائے گا، یہ ایک عہد ہے جو ہو چکا ہے، ایک فیصلہ ہے جو طے شدہ ہے، اور وہ ناکام ہوا جس نے جھوٹ بولا۔ کہتے ہیں کہ کسی نے آپ کے لباس پر طعن کیا تو آپ نے فرمایا: تمھیں میرے لباس سے کیا مطلب! یہ لباس تکبر سے بہت دور اور اس لائق ہے کہ مسلمان میری

اقتدا کرے۔ (احمد فی الزھد ۷۰۶)۔

ابو طفیل کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے یہ اشعار پڑھے:

اشدد حيازيمك للموت فإن الموت لاقيكا

ولاتجزع من القتل إذا حل بواديك

موت کے لیے کمربستہ ہو جاؤ، بے شک موت تمھیں آکر رہے گی۔

قتل سے مت گھبراؤ جب وہ سر پر آجائے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں کجاوے میں اپنا پیر رکھ چکا تھا کہ میرے پاس حضرت عبداللہ بن سلام آئے اور کہا: آپ عراق نہ جایئے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ تلوار کی دھار کا شکار نہ ہو جائیں۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس کی خبر دے دی ہے۔ راوی ابو اسود کہتے ہیں: میں نے آج کی طرح کوئی جنگجو نہیں دیکھا جو اس طرح اپنی موت کی خبر دے رہا ہو۔ (حاکم: ۱۴۰/۳)۔

اصبغ حنظلی کہتے ہیں کہ جس رات حضرت علیؓ کو شہید کیا گیا تو ان کے پاس (ان کا مؤذن) ابن نباح طلوع فجر کے وقت حاضر ہوا اور نماز کی خبر دی، آپ چلے، جب چھوٹے دروازے پر پہنچے تو ابن ملجم نے حملہ کر دیا۔ حضرت ام کلثوم یہ کہتی ہوئی نکلیں: صبح کی نماز میں کیا بات ہے! میرے شوہر حضرت عمرؓ کو بھی صبح کی نماز میں شہید کیا گیا اور میرے والد کو بھی۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں: میں کل رات (حضرت علیؓ کی شہادت سے قبل والی رات) نکلا تو امیر المومنین نماز پڑھ رہے تھے، انھوں نے مجھ سے کہا: بیٹے! میں نے کل رات اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے ہوئے گذار دی، اس لیے کہ یہ جمعے کی رات ہے اور سترہ رمضان ہے،۔ اسی رات کی صبح میں جنگ بدر ہوئی تھی۔ پھر میری آنکھ لگ گئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا بات ہے کہ میں آپ کی امت کی طرف سے کجی اور جھگڑالو پن دیکھ رہا ہوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے لیے بددعا کر دو۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ! مجھے ان کے بدلے ایسے ہم نشیں عطا فرما جو ان سے بہتر ہوں اور انھیں میری جگہ ایسا شخص عطا فرما جو مجھ سے کم تر ہو۔ اسی دوران ابن نباح نے نماز کی خبر دی، آپ نکلے اور پیچھے پیچھے میں نکلا، دو لوگوں نے آپ پر حملہ کیا۔ ایک کا وار تو دروازے پر لگا، مگر دوسرے کا وار آپ کے سر میں لگا۔

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ فجر کی نماز کے لیے نکلتے اور ان کے ہاتھ میں درہ ہوتا، جس سے لوگوں کو بیدار کرتے۔ ان پر ابن ملجم نے حملہ کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اسے کھلاؤ اور پلاؤ (یعنی قتل نہ کرو) اگر میں بچ گیا تو اپنے اوپر حملے کے سلسلے میں میں خود دیکھ لوں گا کہ کیا کرنا ہے۔ میں چاہوں گا تو اسے قتل کروں گا یا معاف کر دوں گا۔ اور اگر میں مر جاؤں تو اسے میرے بدلے میں قتل کر دینا، لیکن زیادتی نہ کرنا، بے شک اللہ تعالی زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ کی نماز پڑھائی اور کوفہ میں قصر امارت کے قریب دفن کیا گیا، اور ان کی قبر کا نشان ظاہر نہ کیا گیا۔ (تاریخ بغداد ۱/۱۳۵، ۱۳۶)۔

ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں کہ ان کی قبر اس لیے چھپائی گئی کہ کہیں خوارج اسے کھود نہ دیں۔

حضرت باقرؒ کہتے ہیں: حضرت علیؓ کی عمر شہادت کے وقت ۵۸ سال تھی۔ (طبرانی ۱۶۵)۔

ان سے ایک دوسری روایت میں ۶۳ سال مذکور ہے۔ ایک روایت میں ۶۳ یا ۶۴ مروی ہے۔

ہبیرہ بن یریم کہتے ہیں کہ جب حضرت حسنؓ کے والد حضرت علیؓ شہید کر دئے گئے تو حضرت حسن نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور حمد وثناء کے بعد فرمایا:

اس رات ایسے شخص کا انتقال ہوا ہے جس کے درجہ کو نہ پہلے کوئی پہنچا اور نہ بعد میں کوئی پہنچ سکے گا، آپ ﷺ انہیں اپنا جھنڈا دیا کرتے تو وہ قتال کرتے، اور نہیں لوٹتے یہاں تک کہ اللہ تعالی انہیں فتح عطا فرماتا، انہوں نے زمین پر کوئی سونا چاندی نہیں چھوڑا، صرف سات سا درہم چھوڑے ہیں، جو ان کے عطیہ میں سے بچ گئے تھے، اور انہوں نے چاہا تھا کہ اس سے اپنے گھر والو کے لئے ایک خادم خرید لیں۔ (ابن سعد: ۳/ ۳۸-۳۹)۔

اگر ہم حضرت امیر المومنین کے حالات کا استیعاب کریں تو کتاب بڑی طویل ہو جائے۔ (اس لیے اسی پر اکتفا کرتے ہیں)۔

حضرت علیؓ کے دورِ خلافت کے واقعات

سن ۳۶

واقعۂ جنگ جمل

جب حضرت عثمان کو ظلماً شہید کر دیا گیا تو صحابہ کرام بڑے حیران و پریشان ہوئے اور انھوں نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کی رائے ہوئی کہ لوگوں سے حضرت عثمان کی مدد کرنے میں جو سستی ہوئی ہے، اس کی تلافی کی یہی صورت ہے کہ ان کے خون بہا کا مطالبہ کیا جائے اور ان کے قاتلوں سے بدلہ لیا جائے۔ اس لیے یہ لوگ حضرت علیؓ کے مشورہ کیے بغیر ہی مدینے سے چل کر بصرہ جا پہنچے۔

خلیفہ بن خیاط لکھتے ہیں: حضرت طلحہ، زبیر اور عائشہؓ بصرہ آئے۔ بصرہ میں حضرت علیؓ کی طرف سے عثمان بن حنیف انصاری گورنر تھے۔ وہ ڈر کر وہاں سے بھاگ نکلے، پھر حضرت علیؓ مدینے میں عثمان کے بھائی سہل بن حنیف کو نائب بنا کر مدینے سے روانہ ہوئے، پہلے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ اور حضرت عامرؓ کو کوفہ بھیجا تا کہ وہ لوگوں کی نفری جمع کریں۔ پھر آپ خود بصرہ پہنچ گئے۔

آپ کے بصرہ پہنچنے سے پہلے حکیم بن جبلہ عبدی سات سو لوگوں کے ساتھ وہاں سے نکل چکا تھا، یہ ان سرداروں میں سے ایک تھا جنھوں نے حضرت عثمان کے خلاف بغاوت کی تھی، اس کی ملاقات حضرت طلحہ اور زبیرؓ کے لشکر سے ہوئی۔ اللہ تعالی کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ اپنی قوم کی ایک جماعت کے ہاتھوں وہ مارا گیا، اسی طرح

دوسروں کا امیر لشکر مجاشع بن مسعود سلمی بھی مارا گیا۔

پھر دونوں جماعتوں میں صلح ہوگئی اور وہ قتال سے باز رہے، صلح اس شرط پر ہوئی کہ عثمان بن حنیف کے لیے دار الحکومت ہوگا اور حضرت طلحہ اور زبیر بصرہ میں جہاں چاہیں گے، رہ سکتے ہیں، تا آنکہ حضرت علیؓ تشریف لائیں۔

حضرت عمارؓ نے اہل کوفہ سے کہا: اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ دنیا و آخرت میں تمھارے نبی ﷺ کی زوجہ ہیں، لیکن اللہ تعالی نے ان کے ذریعے تمھیں آزمایا ہے کہ تم حضرت علیؓ کی پیروی کرتے ہو یا حضرت عائشہؓ کی۔ (تاریخ خلیفہ: ۱۸۴)۔

سعد بن ابراہیم زہری کہتے ہیں: مجھے قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے بتایا کہ ہم مدینے سے حضرت علیؓ کے ساتھ چار ہزار لوگ روانہ ہوئے تھے۔ (ایضاً)

سعید بن جبیر کہتے ہیں: جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے ساتھ آٹھ سو انصار اور چار سو بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ تھے۔ (ایضاً)۔

سدی کہتے ہیں: جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے ساتھ ۱۳۰ ابدری اور سات سو صحابہ تھے۔ دونوں طرف سے تیس ہزار لوگ مارے گئے۔ اس سے بڑی کوئی جنگ نہ ہوئی۔ شعبہ کہتے تھے کہ صحابہ میں بس حضرت علی، عمار، طلحہ اور زبیر تھے۔

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں: کوفہ سے چھ ہزار لوگ نکلے اور ذی وقار نامی جگہ میں حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ پھر آپ دس ہزار لوگوں کے ساتھ بصرہ پہنچے۔ (ایضاً)۔

ابو عبیدہ کہتے ہیں: جنگ جمل کے دن حضرت علیؓ کے لشکر کے امیر حضرت عمارؓ تھے۔ پیادوں پر حضرت محمد بن ابو بکرؓ، میمنہ پر علیاء بن ہیثم سدوسی، یا عبداللہ بن جعفر، یا حسن بن علی، اور میسرہ پر حضرت حسین، مقدمۃ الجیش پر ابن عباسؓ تعینات تھے۔ جھنڈا محمد بن حنفیہ کے پاس تھا۔ اور حضرت طلحہ وزبیرؓ کا جھنڈا عبداللہ بن حکیم بن حزام کے پاس تھا۔ ان کے امیر لشکر حضرت طلحہ، پیادوں کے امیر ابن زبیر، میمنہ پر

عبداللہ بن عامر بن کریز، میسرہ پر مروان بن حکم تھے۔ یہ جنگ جمعہ کے دن بصرہ کے باہر ابن زیاد کے محل کے پاس ہوئی۔

لیث بن سعد وغیرہ کہتے ہیں: جنگ جمل جمادی الاولی میں ہوئی۔

ابو یقظان کہتے ہیں: اس دن کعب بن سور ازدی اپنے گلے میں مصحف لٹکا کر نکلا، ہاتھ میں ڈھال تھی، وہ حضرت عائشہؓ کے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے تھے۔ ایک تیر آیا اور وہ مارا گیا۔ (ایضاً)۔

حصین بن عبدالرحمان کہتے ہیں: کعب بن سور نے دونوں فریقوں کے سامنے مصحف کھولا اور انھیں اللہ اور اسلام کی قسم دیتا رہا، اسی حالت میں وہ مارا گیا۔ (ابن سعد ۹۲/۷)۔

بعض لوگ کہتے ہیں: دونوں فوجوں نے صف بندی کی، حالانکہ حضرت طلحہ اور حضرت علیؓ کا جنگ کا ارادہ نہ تھا۔ وہ اتحاد کی بات کرنا چاہ رہے تھے؛ لیکن دونوں طرف کے کچھ اوباشوں نے تیر اندازی شروع کر دی اور جنگ کی آگ بھڑک اٹھی، حضرت طلحہ کہتے رہے: اے لوگو! خاموش رہو۔ مگر فتنہ بھڑکتا ہی رہا، انھوں نے فرمایا: اف ہو لالچی بھیڑیوں اور آگ کے پروانوں پر۔ اور کہا: اے اللہ! آپ آج مجھ سے حضرت عثمان کا بدلہ لے لیجیے، اور راضی ہو جایئے، ہم نے حضرت عثمان کے معاملے میں مداہنت کی، کل ہم دوسوں کے لیے ایک تھے اور آج ہم لوہے کے دو پہاڑ بن چکے ہیں (جو پگھل نہیں رہے) اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہیں۔ حضرت عثمان کے معاملے میں جو کوتاہی ہوئی اس کا کفارہ بس یہی ہے کہ میں ان کے خون کا بدلہ لوں اور اپنی جان قربان کر دوں۔

روایت ہے کہ مروان بن حکم نے جنگ جمل میں حضرت طلحہ کو دیکھا تو کہا: آج کے بعد میں اپنے خون کا بدلہ نہیں مانگوں گا، پھر اس نے حضرت طلحہ پر تیر سے حملہ کیا اور شہید کر دیا۔ (ایضاً)۔

قیس بن ابو حازم کہتے ہیں: میں نے اس دن دیکھا کہ مروان نے حضرت طلحہ کے تیر مارا تو ان کے گھٹنے میں لگا، برابر خون بہتا رہا، حتی کہ ان کی وفات ہو گئی۔ (ابن سعد: ۲۲۳/۳)۔

ایک روایت ہے کہ مروان نے حضرت طلحہ کے تیر مارا اور ابان بن عثمان کی طرف متوجہ ہو کر کہا: تمھارے والد کے قاتلوں میں سے بعض سے ہم نے تیری طرف سے بدلہ لے لیا۔ (تاریخ خلیفہ ۱۸۵)۔

ایک شخص سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: حضرت طلحہ کے قاتل کو جہنم کی خوش خبری دے دو۔ (ایضاً)۔

یعلی بن امیہ حضرت عائشؓ کے پاس یا جب کہ آپ حج میں تھیں۔ اس نے کہا: آپ کا وہ خلیفہ قتل کر دیا گیا جس کے خلاف آپ ابھارتی تھیں۔ آپؓ نے فرمایا: میں اللہ کے سامنے ان کے قاتل سے براءت کرتی ہوں۔

یعلی بن امیہ نے کہا: جو بھی حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے نکلا ہے تو اس کا خرچ میرے ذمہ ہے۔

ایک روایت ہے کہ یعلی نے چار لاکھ دینار بصرہ جانے والے لوگوں پر خرچ کیے۔

کہا گیا ہے کہ یعلی نے حضرت عائشہؓ کو لشکر کی ایک اونٹنی پر سوار کرایا اور کہا: یہ میرے مال میں سے دس لاکھ دینار ہیں، میں ان سے ہر اس شخص کو طاقت پہنچاؤں گا جو حضرت عثمان کے خون کا بدلہ چاہتا ہے۔ یہ بات حضرت علیؓ کو پتہ چلی تو آپ نے فرمایا: یہ اس کے پاس کہاں سے آئے؟ وہ یمن سے چوری کر کے لایا ہے۔ اگر مجھے اس پر قابو حاصل ہو جائے تو میں اس سے اس کا اقرار کرا کے چھوڑوں گا۔

ابو جرو مازنی کہتے ہیں: جب حضرت زبیر اور علیؓ میں صلح ہوئی تو میں موجود تھا۔ حضرت علیؓ نے ان سے کہا: زبیر! میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ "تم مجھ سے جنگ کرو گے اور تم

ظالم ہو گے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ لیکن میں اسے بھول گیا تھا، ابھی مجھے یاد آیا ہے۔ پھر وہ چلے گئے۔

قیس بن عباد کہتے ہیں: حضرت علیؓ نے جنگ جمل کے دن کہا: اے حسن! کاش تمھارے والد بیس سال پہلے ہی وفات پا جاتے! حضرت حسنؓ نے عرض کیا: ابا جان! میں نے آپ کو اس سے روکا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: بیٹے! مجھے اندازہ نہ تھا کہ بات یہاں تک پہنچ جائے گی۔

اسود بن قیس کہتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے بتایا جس نے جنگ جمل کے دن حضرت زبیر کو دیکھا تھا، کہ انھیں حضرت علیؓ نے پکار کر کہا: اے ابو عبداللہ۔ یہ سن کر وہ متوجہ ہوئے حتی کہ دونوں کے سواریاں آمنے سامنے ہوگئیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں بتاؤ کیا تمھیں وہ دن یاد ہے جب میں تم سے سرگوشی کر رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے اور فرمایا: تم ان (زبیر) سے سرگوشی کرتے ہو جب کہ یہ تم سے جنگ کریں گے اور تم پر ظلم کریں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت زبیر فوراً اپنی سواری کا رخ موڑ کر چلے گئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اونٹ پر سوار ہوگی۔ اور اس کے ارد گرد بہت سے لوگ قتل کیے جائیں گے۔ یہ سب کچھ ہونے کے بعد وہ نجات پا جائے گی۔

(امام احمد فرماتے ہیں کہ جب حضرت عائشہؓ رات میں بنو عامر کے کنویں کے پاس پہنچیں تو کتے بھونکنے لگے، انھوں نے پوچھا: یہ کونسا پانی ہے؟ لوگوں نے کہا: حوأب۔ فرمایا: میرا خیال ہے کہ میں لوٹ جاؤں۔ آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا: (نہیں) بلکہ آپ آگے بڑھیے، شاید مسلمان آپ کو دیکھیں تو اللہ تعالی آپ کے ذریعے ان میں صلح کرا دے۔ انھوں نے فرمایا: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: کیا ہوگا جب تم میں سے ایک پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔ (مسند

۵۲/۶-۹۷، ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے)۔

حضرت عائشہؓ کو بعد میں اس پر شرمندگی تھی اور خود حضرت علیؓ کو بھی اس پر پچھتاوا تھا جو کچھ ہوا تھا۔ (ذہبی کہتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عائشہؓ کو اپنے بصرہ جانے اور جنگ جمل میں شریک ہونے پر پچھتاوا تھا۔ جب وہ آیت "وقرن فی بیوتکن" پڑھتی تھیں تو رونے لگتی تھیں حتی کہ اوڑھنی تر ہو جاتی تھی)۔

(ابن سعد ۸۱/۸)۔

واقعۂ جنگ صفین

سن ۳۷ھ

ابن سعد کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمانؓ شہید کردئے گئے تو آپ کی بیوی نائلہ نے حضرت معاویہ کے نام ملک شام ایک خط بھیجا کہ کس طرح حضرت عثمان پر دھاوا بولا گیا اور کیسے انھیں شہید کیا گیا، ساتھ میں آپ کی خونی قمیص بھی بھیجی۔ معاویہ نے وہ خط اہل شام کو پڑھ کر سنایا اور اس قمیص کو شہر کی گلیوں میں گمایا، لوگوں کو ان کے ون کا بدلہ لینے پر ابھارا۔ چنانچہ لوگوں نے ان کا بدلہ لینے کے لیے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

جب حضرت علیؓ سے خلافت کی بیعت کی گئی تو ان سے حضرت حسن اور ابن عباسؓ نے کہا: آپ معاویہ کو خط لکھ کر انھیں شام کا گورنر برقرار رکھئے، انھیں کچھ امید دلا دیجیے، وہ اس کی وجہ سے آپ کے راستے سے الگ ہوجائیں گے۔ پھر جب لوگ آپ سے بیعت کرلیں تو آپ چاہیں انھیں برقرار رکھیں یا معزول کردیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا؛: وہ اس صورت کے علاوہ کبھی راضی نہ ہوں گے کہ میں ان اللہ کا واسطہ دوں اس بات پر کہ انھیں کبھی معزول نہ کروں گا۔ ان دونوں نے کہا: آپ یہ وعدہ کبھی نہ کرنا۔ معاویہ کو یہ بات پتہ چلی، تو انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ان کے لیے کسی ذمہ داری کو قبول بھی نہ کروں گا اور ان سے بیعت بھی نہ کروں گا۔ اور انھوں نے یہ بات ظاہر کی کہ حضرت زبیرؓ وہاں آنے والے ہیں اور وہ خود ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ لیکن جب انھیں جنگ جمل اور حضرت زبیرؓ کی شہادت کی خبر ملی

تو انھوں نے ان کے لیے رحم کی دعا کی اور کہا: اگر وہ آجاتے تو ہم ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے ،یقیناً وہ اس کے اہل تھے۔

جب حضرت علیؓ بصرہ سے چلے گئے تو آپ نے جریر بن عبداللہ بجلی کو معاویہ کی طرف بھیجا، انھوں نے معاویہ سے گفتگو کی اور ان کے سامنے حضرت علیؓ کے معاملے کے اور لوگوں کے بیعت کرنے اور ان کے اردگرد اکٹھا ہونے کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا؛ لیکن معاویہ نے بیعت سے انکار کر دیا۔ ان کے اور جریر کے درمیان خوب گرما گرمی ہوئی۔ جریر بجلی نے واپس آکر حضرت علیؓ کی تفصیل کہہ سنائی۔ چنانچہ آپ نے شام جانے کا پکا ارادہ کر لیا۔ معاویہ نے ابو مسلم خولانی کو چند چیزوں کا مطالبہ لے کر حضرت علیؓ کے پاس بھیجا۔ ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ آپ (علی) حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو ان کے سپرد کر دیں، مگر حضرت علیؓ نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد دونوں کے درمیان خط و کتاب چلتی رہی۔

پھر دونوں ایک دوسرے سے مڈبھیڑ کے ارادے سے چلے۔ ۲۳ محرم کو صفین میں آمنا سامنا ہوا اور صفر کے شروع میں جنگ ہوئی جو کئی دن تک چلتی رہی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: حضرت عثمان نے مجھے امیر حج بنایا تھا۔ میں لوگوں کے لیے حج قائم کرتا رہا، پھر جب واپس آیا تو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا: تم شام چلے جاؤ، میں نے تمھیں وہاں کا ذمہ دار بنایا ہے۔ میں نے کہا: یہ رائے درست نہیں ہے، وہاں حضرت عثمان کے چچا زاد بھائی معاویہ اور ان کا گورنر ہے۔ اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں حضرت عثمان کے بدلے میری گردن نہ ماردی جائے، کم ازکم یہ خطرہ تو ہے ہی کہ مجھے قید کر لیا جائے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا: ایسا کیوں؟ میں نے عرض کیا: اس لیے کہ میری آپ سے قرابت ہے۔ اور جو کوئی آپ پر حملہ کرے گا، وہ مجھ پر بھی حملہ کرے گا۔ اس لیے آپ معاویہ کو خط لکھیے اور انھیں ان کا وعدہ یاد دلائیے۔ حضرت علیؓ نے انکار کیا اور فرمایا: اللہ کی قسم! ایسا

کبھی نہ ہوگا۔

یحیٰ جعفی نے ذکر کیا ہے کہ معاویہ نے جریر بن عبداللہ سے کہا کہ تم حضرت علیؓ کو یہ لکھو کہ وہ مجھے شام کا گورنر بنادیں، میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں۔

ابو مسلم خولانی اور ایک جماعت نے معاویہ سے کہا: آپ حضرت علیؓ سے جھگڑتے ہیں، کیا آپ ان کے مثل ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ واللہ مجھے یہ معلوم ہے کہ علی مجھ سے افضل اور حکومت کے زیادہ مستحق ہیں۔ لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ عثمانؓ کو مظلومانہ قتل کیا گیا اور میں ان کا چچازاد بھائی ہوں، بس میں ان کے خون کا بدلہ طلب کرتا ہوں۔ لہذا تم حضرت علیؓ سے کہہ دو کہ وہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو میرے سپرد کردیں، میں ان کا مطیع بن جاؤں گا۔ وہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور آپ سے بات چیت کی؛ لیکن آپ قاتلوں کو معاویہ کے سپرد کرنے پر تیار نہ ہوئے۔

اعمش کہتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے بتایا کہ اس نے صفین کے دن دیکھا کہ حضرت علیؓ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں: میری نافرمانی کی جارہی ہے اور معاویہ کی اطاعت ہورہی ہے۔

واقدی کہتے ہیں: کئی دن تک جنگ ہوتی رہی حتی کہ بہت سے لوگ قتل کیے گئے اور لوگ عاجز آگئے، اس کے بعد اہل شام قرآن اٹھا کر آئے اور کہا: ہم تمھیں کتاب اللہ اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

دراصل یہ حضرت عمرو بن عاص کی ایک تدبیر تھی۔ جب انھوں نے حضرت علیؓ کے لشکر کو غالب آتے دیکھا تو صلح کی پیش کش کی، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

زہری کہتے ہیں: ان لوگوں میں ایسی جنگ ہوئی کہ اس جیسی جنگ کبھی نہ ہوئی۔ اہل عراق، اہل حمص کے مقتولین پر غالب آگئے اور اہل شام، اہل عالیہ کے مقتولین پر غالب آگئے۔ میمنہ پر علی بن اشعث کندی، میسرہ پر ابن عباس اور

پیادوں پر عبداللہ بن بدیل بن ورقاء امیر تھے۔آخر الذکر اس دن قتل کردئے گئے۔حضرت علیؓ کے امراء میں احنف بن قیس تمیمی، عمار بن یاسر، سلیمان بن صرد خزاعی، عدی بن حاتم طائی، اشتر نخعی، عمرو بن حمق خزاعی، شبث بن ربعی ریاحی اور سعید بن قیس ہمدانی تھے۔ہمدان کے سردار مہاجر بن خالد بن ولید مخزومی، قیس بن مکشوح مرادی اور خزیمہ بن ثابت وغیرہ تھے۔

حضرت علیؓ کے ساتھ پچاس ہزار، ایک روایت کے مطابق نوے ہزار اور ایک اور روایت کے مطابق ایک لاکھ لوگ تھے۔(تاریخ خلیفہ:۱۹۳)۔

معاویہ کے ساتھ ستر ہزار تھے۔ان کا جھنڈا عبدالرحمان بن خالد بن ولید مخزومی کے پاس تھا۔میمنہ پر عمرو بن عاص، اور ایک قول کے مطابق عبداللہ بن عمرو میسرہ پر حبیب بن مسلمہ فہری، گھڑسواروں پر عبیداللہ بن عمر بن خطاب ذمہ دار تھے۔ اور امراء میں ابواعور سلمی، زفر بن حارث، ذوالکلاع حمیری، مسلمہ بن مخلد، بسر بن ارطاۃ عامری، حابس بن سعد طائی اور یزید بن ہبیرہ سکونی وغیرہ تھے۔(ایضاً ۱۹۵-۱۹۶)۔

عبداللہ بن مسلمہ کہتے ہیں: میں نے صفین کے دن حضرت عمارؓ کو دیکھا کہ جب ان کی نظر معاویہ کے جھنڈے پر پڑی تو فرمایا: یہ وہ جھنڈا ہے جس کے تحت میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چار مرتبہ جنگ لڑی ہے۔پھر وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ اشعث بن قیس دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ نکلے۔ ان کے مقابلے پر ابواعور پانچ ہزار کے ساتھ آئے، دونوں میں جنگ ہوئی۔اشعث نے پانی پر قبضہ کرلیا اور انھیں وہاں سے بھگا دیا۔(ایضاً ۱۹۳)۔

پھر سات صفر بدھ کے دن مڈبھیڑ ہوئی، پھر جمعرات، جمعے اور سنیچر کی رات میں ہوئی۔

پھر اہل شام نے حضرت عمروؓ کے اشارہ پر ہاتھوں میں قرآن اٹھا کر صلح اور

تحکیم کی دعوت دی۔ حضرت علیؓ کے دو لوگوں کو حکم بنانے کو قبول کیا۔ اس وقت آپ کے لشکر میں اختلاف ہوا اور بعض لوگوں نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی حکم نہیں، ایسے لوگوں نے آپ سے بغاوت کی اور خوارج کہلائے۔

روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ صفین میں ۲۵ بدری صحابہ تھے۔ ابن زریر غافقی کہتے ہیں: صفین کے دن ہمارے اور اہل شام کے درمیان جنگ ہوئی، مجھے لگا کہ ہم میں سے کوئی نہیں بچے گا، میں نے کسی کو چیختے ہوئے سنا کہ اے لوگو! عورتوں اور بچوں کے سلسلے میں اللہ کا خوف کرو، روم اور ترک سے لڑنے کے لیے کون بچے گا؟ اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، ہم لڑتے رہے، پھر میں نے اپنے پیچھے سے ایک حرکت کی آواز سنی، میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ جھنڈا لے کر دوڑ رہے ہیں، پھر اسے گاڑ دیا اور ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ ان کے پیچھے آ گئے۔ حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا: بیٹے! اپنے جھنڈے کو تھامے رہنا۔ میں آگے جا رہا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ وہ تلوار سے حملہ کر کے راستہ صاف کرتے جاتے ہیں اور پھر واپس پلٹتے ہیں۔ (ابن عساکر: ۱۶/۳۷۷)۔

خلیفہ کہتے ہیں: حضرت علیؓ کے ساتھ بدری صحابہ میں: عمار بن یاسر، سہل بن حنیف، خوات بن جبیر، ابو سعد ساعدی، ابوالیسر، رفاعہ بن رافع انصاری اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم تھے۔

اور غیر بدری صحابہ میں: خزیمہ بن ثابت، قیس بن سعد بن عبادہ، ابوقتادہ، سہل بن سعد ساعدی، قرظہ بن کعب، جابر بن عبداللہ، ابن عباس، حسن، حسین، عبداللہ بن جعفر، ابومسعود عقبہ بن عمرو، ابوعیاش زرقی، عدی بن حاتم، اشعث بن قیس، سلیمان بن صرد، جندب بن عبداللہ اور جاریہ بن قدامہ سعدی رضی اللہ عنہم تھے۔

عبدالرحمان بن ابزی کہتے ہیں: حضرت علیؓ کے ساتھ ہم لوگوں میں سے جو بیعت رضوان میں شریک تھے، آٹھ سو لوگ شامل تھے، جن میں سے ۶۳ لوگ مارے

گئے، ان میں حضرت عمارؓ بھی تھے۔

حضرت علیؓ کا جھنڈا ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کے پاس تھا۔ گھڑسواروں کے امیر حضرت عمارؓ تھے۔

حضرت علیؓ کو فرات سے روک دیا گیا تھا، اس لیے کہ پانی پر معاویہ نے قبضہ کرلیا تھا۔ پھر اشعث بن قیس نے انھیں وہاں سے ہٹایا تھا۔

اس کے بعد وہ الگ الگ ہوگئے اور دونوں فیصل کے فیصلے کے دن کا وعدہ کرلیا۔

حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں شہید ہونے والوں میں: خزیمہ بن ثابت، عمار بن یاسر، ہاشم بن عتبہ، عبداللہ بن بدیل، عبداللہ بن کعب مرادی، عبدالرحمان بن کلدہ جمحی، قیس بن مکشوح مرادی، ابوابن قیس نخعی، سعد بن حارث بن صمہ انصاری، جندب بن زہیر غامدی اور ابولیلی انصاری تھے۔

معاویہ کے ساتھیوں میں شہید ہونے والوں میں: ذوالکلاع، حوشب، حابس بن سعد طائی قاضی حمص، عمرو بن حضرمی، عبیداللہ بن عمر بن خطاب، عروہ بن داؤد، اور کریب بن صباح حمیری تھے۔ آخرالذکر نہایت بہادر تھا، اس نے کئی لوگوں کو قتل کیا۔ پھر حضرت علیؓ سے مبارزت ہوئی تو وہ آپ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

معاویہ کے ساتھ صحابہ کرام میں سے: عمرو بن عاص سہمی، ان کے بیٹے عبداللہ، فضالہ بن عبید انصاری، مسلمہ بن مخلد، نعمان بن بشیر، معاویہ بن حدیج کندی، ابوغادیہ جہنی جنھوں نے عمارؓ کو قتل کیا، حبیب بن مسلمہ فہری، ابواعور سلمی اور بسر بن ارطاۃ عامری تھے۔

معاویہ نے حضرت عمروؓ کو حکم بنایا اور حضرت علیؓ نے حضرت ابوموسی اشعریؓ کو، اس بات پر کہ یہ دونوں خلافت کو جس کے سپرد کردیں گے، وہی خلیفہ ہوگا۔ اور جس کی معزولی پر اتفاق کرلیں گے، وہ معزول ہوجائے گا۔ اور ان دونوں نے یہ

وعدہ کیا کہ رمضان میں آئیں گے اور ہر ایک کے ساتھ عرب کے مقتدر لوگوں کی ایک جماعت ہوگی۔ جب وقت مقرر قریب آیا تو یہ شام سے چلے اور وہ عراق سے۔ دومۃ الجندل میں دونوں جماعتوں کی ملاقات ہوئی۔ دومۃ الجندل جنوب و مشرق کی طرف سے شام کے کنارے پر واقع ہے۔

عمر بن حکم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابوموسی اشعریؓ سے کہا: عمروؓ سے بچ کر رہنا، ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو آگے بڑھا کر آپ سے گفتگو کرنے کو کہیں، کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی اور مجھ سے زیادہ عمر دراز ہیں۔ اور وہ آپ کو اس لیے آگے بڑھائیں گے تاکہ آپ حضرت علیؓ کو معزول کر دیں۔ ان دونوں نے امارت پر اتفاق کیا۔ حضرت عمروؓ نے حضرت اشعریؓ کو آگے بڑھایا اور ان کے سامنے معاویہ کا ذکر کیا، حضرت اشعری نے انکار کرتے ہوئے کہا: بلکہ عبداللہ بن عمرؓ۔ عمروؓ نے کہا؛ آپ مجھے اپنی رائے بتائیے۔ حضرت ابوموسی اشعریؓ نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ ہم ان دونوں حضرات کو معزول کر دیں اور اس معالے کو مسلمانوں کے درمیان شوری کی شکل میں رکھ دیں۔ وہ جسے چاہیں گے اپنے لیے خلیفہ منتخب کرلیں گے۔ حضرت عمروؓ نے کہا: یہی میری بھی رائے ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ دونوں لوگوں کے پاس گئے جو کہ دومۃ الجندل میں جمع تھے۔ حضرت عمروؓ نے کہا: اے ابوموسی! ان کو بتا دیجیے کہ ہمارے درمیان اتفاق ہو چکا ہے۔ انھوں نے کہا: ہاں، ہمارے درمیان ایسے معاملے پر اتفاق ہوا ہے، ہمیں امید ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالی امت کے اس معاملے کو درست فرما دے گا۔

حضرت عمروؓ نے کہا: انھوں نے سچ کہا۔ اے ابوموسی! آپ بات کیجیے۔

حضرت ابوموسی اشعریؓ کے پاس حضرت ابن عباسؓ آئے اور انھیں تنہائی میں لے کر کہا: آپ دھوکے میں ہیں۔ میں نے آپ سے کہا نہیں تھا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ سے خالی خولی وعدہ کریں گے، پھر سب کے سامنے اس سے الگ ہو جائیں گے۔

اور صلح ہوگئی ہے۔

حضرت اشعری نے کہا: آپ فکر نہ کیجیے، ہمارے درمیان اتفاق

پھر حضرت ابوموسی کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: لوگو! ہم نے اس معاملے میں غور وفکر اور امت کے مسئلے کے بارے میں سوچا تو ہمیں اس سے بہتر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی کہ ہم اس معاملے کو بھڑکائیں نہیں۔ بلکہ یہ آپسی رضامندی اور مشورے سے طے ہو۔ چنانچہ میری اور میرے ساتھی کی یہ رائے بالاتفاق طے پائی ہے کہ حضرت علیؓ اور معاویہ کو معزول کر کے معاملہ امت کی شوری کے سپرد کر دیا جائے، اس لیے میں علی اور معاویہ دونوں کو معزول کرتا ہوں۔ اب آپ لوگ جسے چاہیں اپنا خلیفہ طے کرلیں۔ پھر حضرت اشعری پیچھے ہٹ آئے۔

اس کے بعد حضرت عمروؓ آگے بڑھے۔ اللہ کی حمد وثنا کے عوبعد فرمایا: انھوں نے جو کچھ کہا، وہ آپ لوگوں نے سن ہی لیا۔ انھوں نے اپنے ساتھی (خلیفہ حضرت علی) کو معزول کر دیا ہے۔ میں بھی ان کے ساتھی کو معزول کرتا ہوں۔ اور اپنے ساتھی معاویہ کو باقی رکھتا ہو۔ اس لیے کہ معاویہ حجرت عثمان کے وارث اور ان کے خون بہا کے طالب ہیں، اور وہ ان کے مقام کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔

یہ دیکھ کر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا: ابوموسی! تم حضرت عمروؓ کے تدبیر کے سامنے کتنے کمزور پڑ گئے! حضرت ابوموسیؓ نے کہا: میں کیا کرسکتا ہوں۔ انھوں نے مجھ سے ایک بات پر اتفاق کیا، پھر اس سے ہٹ گئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اس میں آپ کی کوئی غلطی نہیں۔ غلطی اس کی ہے جس نے آپ کو آگے بڑھایا۔ انھوں نے کہا: اللہ اس پر رحم کرے، اس نے میرے ساتھ دھوکہ کیا۔ اب میں کیا کروں؟

اس کے بعد حضرت ابوموسیؓ نے کہا: اے عمرو! تمھاری مثال اس کتے کی طرح ہے جس پر حملہ کرو تو بھی ہانپتا ہے اور چھوڑ دو تو بھی ہانپتا ہے۔ حضرت عمروؓ نے کہا: تمھاری ثال اس گدھے کی طرح ہے، جو بہت سی کتابیں اٹھائے ہوئے ہو۔

(مسروق سے روایت ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کے پاس یہ تذکرہ ہوا کہ حضرت علیؓ نے خوارج کے بانی ذوالثریہ کو قتل کروادیا ہے، تو انھوں نے ایسا کہنے والے سے گواہی طلب کی۔ اس نے دسیوں لوگوں کی گواہی پیش کردی۔ حضرت عائشہؓ نے یہ سن کر کہا: اللہ تعالی عمروؓ (بن عاص) پر لعنت کرے، انھوں نے کہا تھا کہ انھوں نے اس شخص کو مصر میں قتل کیا تھا۔ (سیر أعلام النبلا ء۲/۲۰۰)۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: اس امت کا معاملہ کن لوگوں کے سپرد کیا گیا! ایک تو ایسے شخص کے جسے پرواہ ہی نہیں کہ کیا کر رہا ہے۔ اور دوسرے اس شخص کے جو کمزور ہے۔ (طبری: ۵/۷۰-۷۱)۔

حضرت ابوموسیؓ نے کہا: ہم اللہ کے لیے متفق ہوئے تھے۔ آؤ ہم ایسی بات اختیار کریں جس سے اللہ تعالی اس امت کے معاملے کو درست کردے۔ حضرت عمروؓ نے کہا: وہ کیا ہے؟ حضرت اشعریؓ نے فرمایا: مجھے یہ بات معلوم ہے کہ اہل عراق کبھی معاویہ کو پسند نہیں کریں گے اور اہل شام کبھی علیؓ کو پسند نہ کریں گے، اس لیے ہم ان دونوں کو معزول کردیتے ہیں اور ابن عمرؓ کو خلیفہ بنادیتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابوموسیؓ کے داماد بھی تھے۔ حضرت عمروؓ نے کہا: کیا ابن عمرؓ قبول کرلیں گے؟ انھوں نے کہا: ہاں، اگر لوگ انھیں اس پر ابھاریں گے تو وہ ایسا کرلیں گے۔ عمرو بن عاص نے اس بات کی تصویب کی۔ پھر کہا: حضرت سعد کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اسی طرح کئی لوگوں کے نام لے کر پوچھا کہ ان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت ابوموسیؓ حضرت ابن عمرؓ کے سوا کسی اور کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ پھر حضرت عمروؓ نے ان سے کہا: اٹھیے تا کہ ہم دونوں کو معزول کریں، اور آپ اس شخص کا نام پیش کردیجیے جسے خلیفہ بنانا ہے۔ حضرت ابوموسیؓ نے خطبہ دیا اور فرمایا: ہم نے اپنے معاملے میں غور کیا، تو ہمیں لگا کہ اسی کے ذریعے ہم کشت وخون کو روک سکتے اور معاملے کو درست کرسکتے ہیں کہ ہم علی ومعاویہ دونوں کو معزول کردیں۔ لہذا

میں ان دونوں کو اسی طرح معزول کرتا ہوں جیسے میں اپنے سر سے یہ عمامہ اتار رہا ہوں۔ اور ہم نے ایسے شخص کو خلیفہ منتخب کیا ہے جسے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور سبقت حاصل رہی ہے، یعنی حضرت ابن عمرؓ کو۔ اس کے بعد انھوں نے حضرت ابن عمرؓ کے خوب تعریف کی اور لوگوں کو ان کے بارے میں دلچسپی دلائی۔

پھر حضرت عمروؓ کھڑے ہوئے اور کہا: لوگو! ابوموسی نے حضرت علیؓ کو معزول کر دیا، اور وہ بہتر جانتے ہیں۔ میں نے بھی انھیں معزول کیا۔ اور انھوں نے معاویہ کو مجھ پر اور تم پر خلیفہ باقی رکھا ہے۔ اور انھوں نے اس صحیفے میں لکھا ہے کہ عثمانؓ کو مظلوم شہید کیا گیا تھا، اس لیے ان کے وارث کو حق ہے کہ ان کے خون بہا کا مطالبہ کرے۔

یہ سن کر حضرت ابوموسیؓ کھڑے ہوئے اور بولے: عمروؓ نے جھوٹ کہا۔ ہم نے معاویہ کو خلیفہ نہیں بنایا۔ بلکہ ہم نے علی اور معاویہ دونوں کو معزول کیا ہے۔

مسعودی کہتے ہیں: میں نے ایک روایت میں دیکھا کہ دونوں نے اس پر اتفاق کر لیا تھا کہ علی ومعاویہ کو معزول کر دیں۔ اور معاملے کو شوری کے حوالے کر دیں۔ اس کے بعد عمروؓ کھڑے ہوئے تو انھوں نے حضرت علیؓ کی معزولی کی تو موافقت کی اور حضرت معاویہ کو باقی رکھنے کی بات کہی۔ ابوموسی نے ان سے کہا: نہیں، ایسی بات نہیں، اللہ تمھیں توفیق نہ دے۔ تم نے دھوکہ کیا۔ شریح بن ہانیٔ کوڑا لے کر حضرت عمروؓ پر چڑھ دوڑے۔ ابوموسی شرمندگی کی وجہ سے مکہ آ گئے اور کوفہ واپس نہ گئے اور قسم کھالی کہ حضرت علیؓ کا سامنا نہ کریں گے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور ابن عمرؓ بیت المقدس چلے گئے۔ عمروؓ بھی واپس آ گئے اور معاویہ کے پاس نہ گئے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ معاویہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے ان کی ضیافت کی، دونوں میں طویل بحث وتکرار ہوئی، کھانا منگایا گیا تو حضرت عمروؓ کے غلاموں نے کھالیا، پھر وہ اٹھ گئے تاکہ معاویہ کے غلام کھائیں۔ انھوں نے اپنے غلاموں کے کھانے کے وقت دروازہ بند کرنے کا حکم دیا، حضرت عمروؓ نے ان سے کہا: آپ نے ایسا کیا؟

انھوں نے کہا: ہاں، تم بیعت کرو، ورنہ قتل کر دوں گا۔ انھوں نے کہا: مجھے مصر کی ذمہ داری دیجیے۔ انھوں نے کہا: جب تک تم زندہ ہو، وہ تمھارے سپرد ہے۔ (مروج الذہب ۲/۴۱۰-۴۱۲)۔

زہری کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں: میں حضرت حفصہ کے پاس گیا اور کہا: آپ کو معلوم ہی ہے جو کچھ لوگوں کے درمیان ہوا، لیکن مجھے کچھ نہیں ملا۔ انھوں نے کہا: تم لوگوں کے ساتھ مل جاؤ، وہ تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں آپ کے دور ہونے کی وجہ سے جدائی نہ ہو جائے۔ یہ سن کر وہ چلے گئے۔

جب دونوں حکم (فیصل) الگ ہو گئے تو معاویہ نے خطبہ دیا، فرمایا: جو اس بارے میں بات کرنا چاہتا ہے، وہ اپنا سر اونچا کرے۔ بے شک اس خلافت کے ہم اس سے اور اس کے باپ سے (ان کا اشارہ حضرت ابن عمرؓ کی طرف تھا) زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں: میں نے چاہا کہ کھڑے ہو کر کہوں: اس کا حقدار وہ ہے جس نے تم سے اور تمھارے باپ سے اسلام کے لیے جنگ کی تھی (یعنی ابن عمر خود)۔ لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری یہ بات انتشار اور خونریزی کا سبب نہ بن جائے۔ اس لیے چپ رہا اور جنت میں اللہ کے جو وعدے ہیں، میں نے انھیں ذہن میں تازہ کر لیا۔

نافع کہتے ہیں: حضرت ابو موسیٰ نے کہا: میرے نزدیک ابن عمرؓ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں۔ حضرت عمروؓ نے ابن عمرؓ سے پوچھا: کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ سے بیعت کریں؟ یا آپ کو اس کے بدلے میں بہت سا مال دے دیا جائے اور آپ اس معاملے کو اس کے لیے چھوڑ دیں جو اس کا آپ سے زیادہ حریص ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ غصہ ہو کر چلے گئے۔

خوارج:

شعبان کے مہینے میں خوارج نے سر اٹھایا اور حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت

کردی۔ انھوں نے اس بات پر حضرت علیؓ کی نکیر کی کہ وہ کسی کو حکم بنانے پر کیوں راضی ہوئے، انھوں نے کہا کہ آپ نے اللہ کے دین میں لوگوں کو حکم بنایا ہے، جب کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ ''إن الحكم إلا لله '' (انعام: ۵۷)، اس وجہ سے انھوں نے حضرت علیؓ کی تکفیر کی اور اس آیت سے استدلال کیا: ''ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولائك هم الكافرون '' (مائدہ: ۴۴)، حضرت علیؓ نے ان سے مناظرہ کیا اور حضرت ابن عباسؓ کو ان کے پاس بھیجا، جنھوں نے ان کے شبہات کے فساد کو واضح کیا اور ان دو آیتوں سے استدلال پیش کیا؛ ''يحكم به ذوا عدل منكم '' (مائدہ: ۹۵) اور ''فابعثوا حكماً من أهله وحكماً من أهلها '' (نساء: ۵)۔ ان میں سے بہت سے لوگ حق کی طرف واپس آ گئے اور بہت سے چلے گئے۔ ان کی ملاقات عبداللہ بن خباب سے ہوئی، ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھیں۔ ان لوگوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ انھوں نے اپنا نسب بیان کر دیا۔ انھوں نے ان سے حضرت ابوبکر وعمر، عثمان وعلی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے سب کی تعریف کی۔ ان لوگوں نے انھیں شہید کر دیا اور ان کی بیوی کو قتل کر ڈالا، جو کہ حاملہ تھیں، انھوں نے ان کے پیٹ کو چاک کیا۔ حضرت عبداللہ بن خباب، حضرت خباب کے صاحبزادے تھے۔

خوارج حضرت علیؓ سے جنگ کے لیے چلے، ان کے اور آپ کے درمیان نہروان میں مڈبھیڑ ہوئی۔ ان کا سردار عبداللہ بن وہب سبائی تھا۔ حضرت علیؓ نے انھیں شکست دی اور اکثر کو قتل کر دیا۔ ابن وہب بھی مارا گیا۔ حضرت علیؓ کے ساتھوں میں سے بارہ لوگ شہید ہوئے۔

ان کا نام حروریہ اس لیے پڑا کہ جب وہ حضرت علیؓ سے بغاوت کر کے کوفہ سے نکلے تو اس کے قریب ایک گاؤں میں چھاؤنی بنائی، جس کا نام حروراء تھا۔

حضرت علیؓ نے ان کے قتل کو اس لیے جائز سمجھا، کیوں کہ انھوں نے حضرت

ابن خباب اور ان کی بیوی کو شہید کیا تھا۔

یہ واقعہ شعبان کے مہینے میں ہوا اور ایک قول صفر کا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: جب خوارج اپنے گھر میں جمع ہوئے جو کہ تقریباً چھ لاکھ تھے، تو میں نے حضرت علیؓ سے کہا: امیر المومنین! نماز تھوڑی موخر کیجیے، میں ان لوگوں سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ مجھے ان کی طرف سے آپ کے سلسلے میں اندیشہ محسوس ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے دو خوبصورت جوڑے زیب تن کیے اور ان کے پاس گئے۔ فرماتے ہیں: جب انھوں نے مجھے دیکھا تو کہا: ابن عباس کو خوش آمدید۔ یہ جوڑے کیسے؟ میں نے کہا: اس میں کونسی عجیب بات ہے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بدن پر اس سے بھی زیادہ اچھے جوڑے دیکھے ہیں۔ فرماتے ہیں: اس، کے بعد میں نے یہ آیت پڑھی: ''قل من حرم زينة الله التى أخرج لعباده'' (اعراف:۳۲)۔ انھوں نے پوچھا: کیسے نا ہوا؟ میں نے کہا: میں امیر المومنین اور صحابہ کے پاس سے آ رہا ہوں، مجھے ان میں سے تمھارے درمیان کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ اس لیے آیا ہوں تا کہ ان کی بات تم تک پہنچا دوں اور تم جو کچھ کہو، وہ ان تک پہنچا دوں۔ تم رسول اللہ ﷺ کے داماد اور چچازاد بھائی سے کس چیز کا بدلہ لے رہے ہو؟ یہ سن کر وہ لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے: ان سے بات نہ کرو، کیوں کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ''بل هم قوم خصمون'' (زخرف:۵۸) لیکن بعض نے کہا: ان سے بات کرنے میں خرابی کیا ہے، یہ اللہ کے رسول کے چچا کے بیٹے ہیں اور ہمیں کتاب اللہ کی طرف بلا رہے ہیں؟ اس کے بعد انھوں نے کہا: ہم ان (علی) سے تین باتوں کی وجہ سے ناراض ہیں: ایک تو یہ کہ انھوں نے اللہ کے دین میں؛ لوگوں کو حکم بنایا۔ جب کہ اللہ کے حکم کے مقابلے لوگوں کے حکم کی کیا حیثیت ہے۔ دوسری یہ کہ انھوں نے (حضرت عائشہؓ) سے جنگ کی؛ لیکن نہ تو قیدی بنائے اور نہ غنیمت اکٹھا کیا۔ اگر ان سے جنگ کرنا حلال

تھا، تو انھیں قیدی بنانا بھی حلال تھا۔ تیسری یہ کہ انھوں نے خود سے امیر المومنین کا لقب مٹا دیا، اگر وہ امیر المومنین نہیں ہیں، تو امیر المشرکین ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: میں نے کہا: اس کے علاوہ اور کوئی بات؟ انھوں نے کہا: نہیں، بس یہی کافی ہے۔ میں نے کہا: یہ بتاؤ اگر میں ان باتوں کی دلیل قرآن وحدیث سے دے دوں تو تم رجوع کرلوگے؟ انھوں نے کہا: ہاں، پھر کیا چیز مانع ہوگی۔ میں نے کہا: جہاں تک تم نے یہ کہا کہ انھوں نے اللہ کے دین میں لوگوں کو حکم بنایا ہے تو میں نے اللہ کی کتاب میں پڑھا ہے: "یحکم بہ ذوا عدل منکم" (مائدہ: ۹۵) اور یہ بات اللہ تعالی خرگوش یا اس جیسے جانوروں کے شکار کے بارے میں کہی ہے، جن کی قیمت چوتھائی درہم ہو، ان کے سلسلے میں اللہ نے فیصلے کو لوگوں کے سپرد کیا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو خود فیصلہ کر دیتا۔ ایسے اس کا ارشاد ہے: "**وإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكماً من أهله وحكماً من أهلها**" (نساء: ۳۵)۔ کیا اس سے غلط فہمی دور ہوگئی؟ انھوں نے کہا: ہاں۔

آپ نے فرمایا: اور تم نے یہ بات جو کہی کہ حضرت علیؓ نے قیدی نہیں بنایا تو سنو کہ ان کی جنگ تمھاری ماں سے ہوئی تھی، اس لیے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: "وأزواجہ أمھاتھم" (احزاب: ۶) اگر تم یہ دعوی کرو کہ حضرت عائشہ تمھاری ماں نہیں ہیں، تو تم کافر ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم یہ کہو کہ وہ تمھاری ماں ہیں، تو ان کو قید کرنا جائز نہیں ہوسکتا۔ اس طرح تم دو گمراہیوں کے درمیان میں پھنسے ہوئے ہو۔ کیا تمھاری یہ غلط فہمی دور ہوئی؟ انھوں نے کہا: ہاں۔

پھر آپ نے فرمایا: رہا تمھارا یہ کہنا کہ انھوں نے امیر المومنین کا لقب مٹا دیا تو میں تمھیں اس بارے میں بتاتا ہوں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ صلح حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو کے درمیان صلح نامہ کی کتابت ہو رہی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: علی! یہ لکھو کہ یہ وہ بات ہے جس کو محمد رسول اللہ ﷺ نے طے کیا ہے۔ ان

لوگوں نے کہا: اگر ہم یہ مان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ سے جنگ ہی نہ کرتے۔ اس لیے آپ اپنا نام اپنے والد کے نام کے ساتھ لکھیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے وہ صلح نامہ لے کر اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دیا اور فرمایا: علی! یہ لکھو کہ یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ (ﷺ) نے صلح کی ہے۔ اللہ کی قسم! اس چیز نے آپ ﷺ کو نبوت سے نکال نہیں دیا۔ کیا تمھاری یہ غلط فہمی بھی دور ہوگئی؟ انھوں نے کہا: ہاں۔

فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک تہائی نے رجوع کرلیا، ایک تہائی چلے گئے اور ایک تہائی کو گمراہی کی حالت میں قتل کر دیا گیا۔

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں دو فرقے ہوں گے، ان میں ایک فرقہ حق سے خروج کرے گا، جسے وہ جماعت قتل کرے گی جو ان میں حق سے قریب ہوگی۔ (مسند احمد ۳/۲۵، مسلم ۳/۱۱۳)۔

حضرت عبیداللہ بن رافع کہتے ہیں کہ جب حروریہ نے خروج کیا تو جب حضرت علیؓ نے ان سے قتال کیا، تو فرمایا جاؤ اس شخص کو دیکھ کر آؤ، (ایک خاص شخص کے بارے میں کہا) لوگوں نے اس کو نہ پایا تو آپ نے فرمایا: دوبارہ جاؤ، واللہ نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا۔ وہ گئے تو اسے ایک ویرا جگہ پڑا ہوا دیکھا تو وہ اسے اٹھا کر لائے اور آپ کے سامنے رکھ دیا۔ راوی عبید اللہ کہتے ہیں: میں اس وقت موجود تھا جب حضرت علیؓ نے انھیں حکم دیا اور جو کچھ ان کے بارے میں فرمایا۔ (مسلم: ۳/۱۱۶)۔

عبیداللہ بن عیاض کہتے ہیں کہ عبداللہ بن شداد بن ہاد حضرت عائشہؓ کے پاس آئے، جب کہ ہم بھی ان کے پاس موجود تھے، یہ ان دنوں کی بات ہے جب حضرت علیؓ کو شہید کیا گیا۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا: مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ، جن سے حضرت علیؓ نے قتال کیا۔ انھوں نے کہا: جب حضرت علیؓ نے

معاویہ سے درا و کتابت کی اور دو لوگوں کو حکم بنایا، تو آٹھ ہزار لوگوں نے ان کے خلاف خروج کر دیا اور کوفے کے ایک کنارے حروراء نامی جگہ میں مقیم ہو گیے۔ اور انھوں نے کہا کہ آپ (یعنی علیؓ) اس قمیص سے باہر آ گئے جو اللہ نے آپ کو پہنائی تھی اور آپ نے اللہ کے دین میں لوگوں کو حکم بنالیا، جب کہ حکم تو صرف اللہ کا ہے۔ جب حضرت علی کو ان کی باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے قراء کو جمع کیا، پھر قرآن منگایا، جسے آپ کے سامنے رکھ دیا گیا، آپ اسے اپنے ہاتھوں سے حرکت دینے لگے اور فرمانے لگے: اے قرآن! لوگوں سے بات کرو۔ لوگوں نے ان سے کہا: آپ کس سے پوچھ رہے ہیں، یہ تو کاغذ اور سیاہی ہے۔ ہم تو اس کے ذریعے بات کر رہے ہیں جو ہم قرآن میں سے روایت کیا ہے، آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: تمھارے ان لوگوں کے درمیان جنھوں خروج کیا اور میرے درمیان اللہ کی کتاب فیصل ہے، اللہ تعالی اپنی کتاب میں فرماتا ہے: فابعثوا حکماً من أهله وحكماً من أهلها (نساء: ۳۵)، بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت حرمت اور حق کے اعتبار سے ایک مرد اور عورت سے بڑھ کر ہے۔......اس کے بعد راوی نے گزشتہ حدیث کی طرح بیان کیا، پھر اس کے بعد ہے......تو ان میں سے چار ہزار لوگوں نے رجوع کر لیا، جن میں ابن کواء بھی تھا۔ باقی لوگ چلے گئے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: حضرت علیؓ نے ان کو قتل کیوں کیا؟ ابن شداد نے کہا کہ ان لوگوں نے راستوں میں لوٹنا شروع کر دیا، ذمیوں کی بے حرمتی کی اور خونریزی کی۔

سن ۳۹ھ:

اس سن میں نخیلہ (حروراء) میں حضرت علیؓ کی خوارج سے جنگ ہوئی۔ جس میں آپ نے انھیں شکست دی اور ان کے سرداروں کو قتل کیا، اور اللہ تعالی کا سجدۂ شکر ادا کیا، اس بات پر کہ مخدوج کو ان کے سامنے مقتول حالت میں لایا گیا۔ خوارج کے سرداروں میں زید بن حصن طائی، شریح بن اوفی عبسی تھے، یہ دونوں فوج کے میمنہ اور

میسرہ کے ذمہ دار تھے۔ان سب کا سردار عبداللہ بن وہب سبائی تھا، پیادوں کا ذمہ دار حرقوص بن زہیر تھا۔

سن ۴۰ھ:

اس سال معاویہ نے بسر بن ارطاۃ کو ایک لشکر لے کر یمن کی طرف بھیجا۔ حضرت علیؓ کا گورنر عبیداللہ بن عباس وہاں سے ایک کنارے ہوگیا، یہ بات حضرت علیؓ کو پتہ چلی تو انھوں نے جاریہ بن قدامہ سعدی کو یمن بھیجا، بسر نے عبیداللہ بن عباس کو دو چھوٹے بچوں پر حملہ کر دیا اور انھیں چاقو سے ذبح کر دیا اور بھاگ گیا۔ پھر عبیداللہ دوبارہ یمن واپس آگئے۔(تاریخ خلیفہ ۱۹۸، استیعاب: ۱۰۰/۳، تہذیب الکمال ۶۵/۴)۔

عبدالرحمان بن ملجم:

یہ حضرت علیؓ کا قاتل ہے، خارجی اور افترا پرداز ہے۔ابن یونس نے تاریخ مصر میں اس کا ذکر کیا ہے، انھوں نے لکھا ہے: یہ مصر کی فتح میں شریک تھا، اور اس نے اشراف کے ساتھ مل کر نقشہ بنوایا تھا۔اس نے قرآن وفقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ یہ بنی تدول سے تعلق رکھتا تھا، اور مصر میں ان کے شہسوار کی حیثیت اسے حاصل تھی۔اس نے قرآن حضرت معاذ بن جبلؓ سے پڑھا تھا۔عبادت گذار تھا۔کہا جاتا ہے کہ اس نے ہی اصبغ تمیمی کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا تھا جس نے آپ سے قرآن کے بارے میں کچھ سوالات کیے تھے۔

میں کہتا ہوں: پھر تقدیر اس پر غالب آگئی اور اس نے یہ سب کچھ کیا۔ خوارج کے نزدیک وہ سب سے افضل مانا جاتا تھا اور نصیریہ فرقہ بھی اس کی ایسی ہی تعظیم کرتا تھا۔

ابن حزم کہتے ہیں: لوگ یہ کہتے تھے کہ ابن ملجم سب سے افضل ہے، اس

میں لاہوت کی روح جسم کی گندگی اور کدورت سے پاک ہوگئی تھی۔

اے مسلمانو! اس پاگل پن پر تعجب کرو۔

ابن ملجم کے بارے میں عمران بن حطان خارجی کہتا ہے:

یا ضربة من تقی ما أراد بها　　إلا لیبلغ من ذی العرش رضوانا

إنی لأذکره حینا فأحسبه　　أوفی البریة عندالله میزانا

حضرت علیؓ نے جنگ جمل اور صفین میں جو قتال کیا، تو دراصل اس کی وجہ یہ آیت تھی: " فقاتلوا التی تبغی حتی تفئ إلی أمر الله" (اس جماعت سے قتال کرو جو بغاوت کرے، تاکہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے)۔ پھر حضرت زبیرؓ نے توبہ کرلی اور معرکہ سے واپس ہوگئے، جیسا کہ گذرا۔ مروان نے حضرت طلحہ کو شہید کرادیا، جب کہ یہ خود حضرت عائشہؓ کے ساتھ میں حضرت طلحہ کے لشکر میں شامل تھا۔ حضرت عائشہؓ کو بھی اپنے نکلنے پر ندامت تھی اور وہ بہت روتی تھیں۔ حوأب نامی جگہ پر انھیں تنبہ ہوا تھا، جب کہ انھوں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی تھی۔ لیکن حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ نے ان سے اصرار کیا تھا اور ان دونوں کو اصلاں کا گمان تھا ،اس لیے آپ نے پیش قدمی کی، پھر وہ سب کچھ ہوا، جو تاریخ میں درج ہے۔

جہاں تک معاویہ اور ان کے ساتھیوں کی بات ہے تو وہ خروج کرنے والوں میں تھے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے، اور آپ کی پیشن گوئی پوری ہوکر رہی۔ یہ بات اس وقت پوری طرح ثابت ہوگئی جب ان کے لشکر نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو شہید کیا۔ حضرت عمارؓ ہدایت اور حق کی علامت تھے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ لوگوں کو جنت کی طرف بلائیں گے، جب کہ لوگ انھیں دوزخ کی طرف بلاتے ہوں گے۔ اور حضرت حذیفہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ "عمار کے طریقے پر چلو" (ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے) اور آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے عمار سے دشمنی کی، اللہ اس سے دشمنی کرے گا اور جس

نے ان سے بغض کیا، اللہ اس سے بغض کرے گا'' (احمد وحاکم بسند صحیح)۔ حضرت مجاہد سے مرسل روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو عمار کے بارے میں کیا ہوا، وہ انھیں جنت کی طرف بلا رہا ہے جب کہ لوگ اسے جہنم کی دعوت دے رہے ہیں، اور فاجروں بدبختوں کی یہی عادت ہے'' (سیر أعلام النبلاء ۱/۴۱۵)۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت عمارؓ سے فرماتے ہوئے سنا: ''تمھیں باغی جماعت قتل کرے گی، اور انھیں قتل کرنے والا جہنم میں جائے گا''۔ حافظ ابن حجر (فتح الباری ۱/۵۴۳ میں) کہتے ہیں کہ اس حدیث کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

قتادہ بن نعمان، ام سلمہ (مسلم) ابو ہریرہ (ترمذی) عبداللہ بن عمرو بن عاص (نسائی) حذیفہ بن یمان، ابو ایوب انصاری، ابو رافع، خزیمہ بن ثابت، معاویہ، عمرو بن عاص، ابو یسر، خود حضرت عمار رضی اللہ عنہم۔ ان سب کی روایات طبرانی میں ہیں۔ اور اکثر کے طرق صحیح یا حسن ہیں۔

ابن کثیر کہتے ہیں: حضرت عمار کو حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ کے دوران شہید کیا گیا، اہل شام نے انھیں شہید کیا۔ اس کے ذریعے آپ ﷺ کی اس خبر کا راز ظاہر ہو گیا کہ انھیں باغی جماعت قتل کرے گی، اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت علیؓ حق پر تھے اور معاویہ باغی تھے۔ دلائل النبوۃ میں حضرت زید بن وہب جہنی سے مروی ہے کہ اس دن حضرت عمارؓ نے کہا تھا: کون ہے جو اپنے رب کی خوشنودی چاہتا ہے اور مال و اولاد کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ یہ سن کر ایک جماعت ان کے پاس آئی تو آپ نے ان سے فرمایا: اے لوگو! ہمارے ساتھ ان لوگوں کی طرف چلو جو حضرت عثمان کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کو مظلومانہ قتل کیا گیا (یقیناً بات ایسی ہی ہے، مگر) ان کا ارادہ خون کا بدلہ لینے کا نہیں ہے، بلکہ ان لوگوں نے دنیا کا مزہ چکھ لیا ہے اور اس کو حلال سمجھ لیا ہے، اور

آخرت کو انھوں نے کم سمجھا۔ انھیں یہ بات معلوم ہے کہ اگر وہ حق پر رہیں گے تو وہ ان کے اور ان کی دنیاوی خواہشات کے درمیان حائل آ جائے گا۔ ان لوگوں کو اسلام میں سبقت حاصل نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے مطاع بننے اور ان پر حکومت کرنے کے مستحق ہوتے۔ ان کے دلوں میں اللہ کا ایسا خوف نہیں ہے جو شہوات کو حاصل کرنے سے روک دیتی اور دنیا چاہنے اور اس میں بلندی حاصل کرنے کے راستے میں آڑ بن جاتی، اور انھیں حق کی اتباع اور اہل حق کی طرف جھکنے پر آمادہ کرتی۔ انھوں نے یہ کہہ کر اپنے ماننے والوں کو دھوکہ دیا کہ ہمارے امام کو مظلوم قتل کیا گیا۔ یہ اس لیے کیا تا کہ وہ جابر بادشاہ بن جائیں۔ یہ ایک چال تھی جس سے انھوں نے وہ کچھ حاصل کیا، جو تم دیکھ ہی رہے ہو۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو دو لوگ بھی ان کی پیروی نہ کرتے۔ اور وہ ناکام و ذلیل ہوتے۔ لیکن باطل میں بڑی مٹھاس ہے جس سے غافل لوگ متاثر ہو جاتے ہیں۔ لہذا تم سب اچھی طرح اللہ کی طرف چلو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، پھر آپ آگے بڑھے تو حضرت عمرو بن عاص اور حضرت عبید اللہ بن عمرؓ ملے تو آپ نے انھیں سخت باتیں کہیں اور تنبیہ کی اور انھیں نصیحت کی۔ (البدایہ والنہایہ ۷/۱۹۶۵)۔

جب معاویہ نے حضرت محمد بن ابو بکرؓ کو قتل کیا اور یہ بات ان کی بہن حضرت عائشہؓ کو پتہ چلی تو آپ نے سخت گھبراہٹ کا اظہار کیا اور ان کے بچوں کو سینے سے لگایا، ان میں حضرت قاسم بھی تھے، اور وہ نمازوں کے بعد معاویہ اور عمرو بن عاص پر بددعا کرنے لگیں۔ (ایضاً ۷/۲۰۰۴)۔

حبہ عرنی کہتے ہیں: جب حضرت علیؓ رقہ پہنچے تو فرات کے کنارے بلیخ نامی ایک جگہ قیام کیا۔ ان کے پاس ایک راہب گرجا سے نکل کر آیا اور کہا: ہمارے پاس ایک تحریر ہے جو ہمارے آباء سے وراثۃً چلی آ رہی ہے، جسے حضرت عیسیٰؑ کے ساتھیوں نے لکھا تھا، پھر اس راہب نے ان میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے

میں کچھ پیشن گوئیاں پڑھ کر سنائیں اور پھر حضرت علیؓ اور نہر فرات سے ان کے گزرنے کے بارے میں سنایا، اس تحریر میں یہ بھی تھا کہ ''جو اس نیک بندے (علیؓ) کو پائے، اُس کی مدد کرے، بے شک اس کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہونا شہادت ہے''۔ پھر اس راہب نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا، اور وہ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ رہا اور شہید ہوا۔ (ایضاً ۷/۱۹۶۵)۔

نبی اکرم ﷺ سے بنوامیہ اور بنوحکم - مروان وغیرہ - کی مذمت خاص طور پر ثابت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ بنوحکم میرے منبر پر بندروں کی طرح اچھل رہے ہیں۔ (مجمع الزوائد ۵/۲۴۳-۲۴۴، انھوں نے لکھا ہے کہ اسے ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ بوصیری نے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں)۔

امام شعبی کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن زبیرؓ کو فرماتے ہوئے سنا: اس کعبے کے رب کی قسم! بے شک حکم بن ابوالعاص اور اس کی اولاد پر نبی ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔

بیہقی نے حضرت سعید بن مسیّبؒ سے روایت کی ہے نبی ﷺ نے خواب میں بنوامیہ کو اپنے منبر پر دیکھا تو آپ کو برا لگا، تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ دنیا ہے جو انھیں دی گئی ہے، یہ سن کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ (دلائل النبوۃ ۷/۴۴۷، شاہ ولی اللہؒ نے بھی اسے اِزالۃ الخفاء ۱/۵۸۶ میں نقل کیا ہے)۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔